کلیات نظیر

جسمین

دیوان نظیر و دبستان نظیر ہر دو حصہ شامل ہین

اور جسکو

جناب مولوی سید محمد عبد الغفور صاحب شہباز عظیم آبادی

پروفیسر سائنس اورنگ آباد کالج نے ترتیب دیا

بار اول

تصحیح و تحشی مولوی صاحب معصوف الذکر

مطبع نامی منشی نولکشور لکھنؤ مین چھپا

سنہ ۱۹۰۱ء

تعداد طبع ۶۰۰ جلد

Nazīr, Mullā Walī Muhammad (of Akbarābād)

Shahbāz, Maulavī Sayid Abdul Ghafūr Azīmābādī
(of Patna)

کلیات نظیر

پہلا حصہ

دیوان نظیر

یعنے

نظیر کی غزلیات قصائد مثنویات رباعیات

اور متفرق اشعار کا مجموعہ

مرتبہ مولوی سید محمد عبد الغفور صاحب شہباز عظیم آبادی

پروفیسر سائنس اورنگ آباد کالج

باراول

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں چھپا

سنہ ۱۹۰۰ء

ردیف الف

نمبر ۱

ہو کیوں نہ ترے کام میں حیران تماشا — یارب تری قدرت میں ہے ہر آن تماشا
لے عرش سے تا فرش نئے رنگ، نئے ڈھنگ — ہر شکل عجائب ہے، ہر اک شان تماشا
افلاک پہ تاروں کی جھمکتی ہے طلسمات — اور روے زمیں پر گل و ریحان تماشا
جنات، پری، دیو، ملک، حور بھی نادر — انسان عجب ہیں تو حیوان تماشا
جب حسن کے جاتی ہے مرقع پہ نظر آہ — کیا کیا نظر آتا ہے ہر اک آن تماشا
چوٹی کی گندھاوٹ کہیں دکھلاتی ہے لہریں — رکھتی ہے کہیں زلف پریشان تماشا
گر عشق کے کوچے میں گزر کیجے تو واں بھی — ہر وقت نئی سیر ہے ہر آن تماشا
منھ زرد، بدن خشک، جگر چاک، الم ناک — گل، شور، تپش، نالہ و افغان تماشا
ہم پست نگاہوں کی نظر میں تو نظیر آہ — سب ارض و سما کی ہے گلستان تماشا

نمبر ۲

سحر اس جھمک سے آیا نظر اک نگار رعنا — کہ حور اسکے حسن رخ [illegible] تکنے ذرہ آسا
خد و خال خوبی آگیں، لب لعل پان سے رنگیں — نظر آفت دل و دیں، مژ[illegible] صد مضرت افزا
کھلی رخ پہ زلف پر خم، مسی رشک رنگ نیلم — غرض اس طرح کا عا[illegible] کہ پری کہے اہا ہا!
کہا ہمنے "اے سمن بر، پری چہرہ، مہر پیکر — [illegible] چلی ہو یوں جھمک کر اک [illegible] عزم ہے کدھر کا
ہے جو قصد سیر بستاں، چلیں ہم بھی ساتھ اے جان" — کہا سن کے یہ "ارے [illegible]ں، کوئی تم بھی ہو تماشا
نہ کچھ آشنائی اگلی، نہ شناخت اک دو دن کی — جو ہے دل دہی کی مرض[illegible] تو ہے سوچ پھر یہ کیسا"
کہا جب نظیر سے ہمنے "یہی دل میں ہم تو رکھتے" — تو کہا "جو نیکی ہو وے تو پھر اسکا پوچھنا کیا"

تو ہے سوچ کیسا
پھر اس کا

نمبر ۳

شور افگن جنون ہے جب جا نگاہ کرنا — [illegible]رکھتا ہے کام ہمدم [illegible]ان ضبط آہ کرنا
جانا بھی آگے اسکے اکثر پئے نظارہ — باعث بھی بہر انفا[illegible] پھر رو براہ کرنا

ملنا بھی اُس روش سے جس میں گمانِ الفت ... گر کچھ بھی ہو تو دوں میں دو را اشتباہ کرنا
پوچھا گر اُس صنم نے "ہم حسن میں ہیں کیسے؟" ... تو بے شعوری اپنی ہنس کر نگوا ہ کرنا
کیا کیا نظیر تجھ میں مکر و فریب ہیں جو ... اُس رمز آشنا سے اس ڈھب کی چاہ کرنا

نمبر ۴

وہ رشکِ چمن گل جو زیبِ چمن تھا ... چمن جنبشِ شاخ سے سینہ زن تھا
گیا میں جو اُس بن چمن میں، تو ہر گُل ... مجھے اُس گھڑی اخگرِ پیرہن تھا
یہ غنچہ جو بے درد گلچیں نے توڑا ... خدا جانے کسکا یہ نقشِ دہن تھا
تنِ مُردہ کو کیا تکلف سے ڈھکنا ... گیا وہ تو جس سے مزین یہ تن تھا
کئی بار ہمنے یہ دیکھا کہ جنکا ... مشیّن بدن تھا معطر کفن تھا
جو قبرِ کہن اُنکی اُکھڑی تو دیکھا ... نہ عضوِ بدن تھا نہ تارِ کفن تھا
نظیر[١] آگے ہمکو ہوس تھی کفن کی ... جو سوچا تو ناحق کا دیوانہ پن تھا

نمبر ۵

وہ مجھکو دیکھ کچھ اُس ڈھب سے شرمسار ہوا ... کہ میں حیا ہی پر اُسکی فقط نثار ہوا
سبھوں کو بوسے دیے ہنس کے، اور ہمیں گالی ... ہزار شکر! بھلا اس قدر تو پیار ہوا
ہمارے مرنے کو "ہاں" تم تو جھوٹ سمجھے تھے ... کہا رقیب نے "لو" اب تو اعتبار ہوا
قرار کر کے نہ آیا وہ سنگدل کافر ... بریں قرار یہ بیقرار یہ کچھ قرار ہوا
گلے کا ہار جو اُس گلبدن کا ٹوٹ پڑا ... تو ڈر نظر کا وہیں اُسکو ایک بار ہوا
کسی سے اور تو کچھ بس چلا نہ اُسکا نظیر ... ندان[٢] میرے ہی آکر گلے کا ہار ہوا

نمبر ۶ بسنت

جوشِ نشاط و عیش ہے ہر جا بسنت کا ... ہے ہر طرفہ روزگار طرب زا بسنت کا

١ ایک نسخے میں آغازِ قطعہ مقطع سے ہے۔

٢ ندان = آخر کار۔ پرانا لفظ ہے اور اب ترک ہوا۔

۱

باغوں میں لطفِ نشو و نما کی ہیں کثرتیں — بزموں میں نغمہ خوشدلی [illegible] افزا بسنت کا
پھرتے ہیں کر لباس بسنتی وہ دلبراں — ہر جنسے زرنگار سر[illegible]ا پا بسنت کا
جا در پہ یار کے یہ کہا ہمنے صبح دم — اے جاں ہوا تو ہر کہیں [illegible]ر چا بسنت کا
تشریف تم نہ لاتے جو کر کر بسنتی پوشش — "کہیے گناہ ہمنے کیا کیا [illegible]یا بسنت کا"
سنتے ہی اس بہار سے نکلا کہ جسکے تئیں — دل دیکھتے ہی ہو گیا شیدا بسنت کا
اپنا وہ خوش لباسِ بسنتی دکھا نظیر — چمکایا حسن یار [illegible]ے کیا کیا بسنت کا

ہوکر

نمبر ۷ ہولی

بتوں کے زرد پیراہن میں عطرِ چنپہ جب مہکا — ہوا نقشا عیاں ہولی کی کیا کیا رسم اور رہ کا
گلال آلودہ گلچہروں کے وصفِ رخ میں نکلے ہی — مزا کیا کیا صریرِ کلک سے بلبل کی چہچہ کا
گلابی انکھڑیوں کی ہر نگہ سے جام مُل پکر — کوئی سرخوش، کوئی بیخود، کوئی لوٹا، کوئی بہکا
چھڑکنا رنگ، خوباں پر عجب شوخی دکھاتا ہی — کبھی کچھ نازکی وہ وہ، کبھی انداز رہ رہ کا
بھگویا دلبروں نے جب نظیر اپنے کو ہولی میں — تو کیا کیا تالیوں کا غل ہوا اور شور قہ قہ کا

نمبر ۸

گر عیش سے عشرت میں کٹی رات تو پھر کیا — اور غم میں بسر ہو گئی اوقات تو پھر کیا
جب آئی اجل پھر کوئی ڈھونڈا بھی نہ پایا — قصوں میں رہے حرف و حکایات تو پھر کیا
حد بوس و کنار اور جو تھا اُس کے سوا آہ — گر وہ بھی میسر ہوا ہیہات تو پھر کیا
دو دن اگر اُن آنکھوں نے دنیا میں مری جاں — کی ناز و اداؤں کی اشارات تو پھر کیا
پھر اُڑ گئی اک آن میں سب حشمت و سب شاں — لے شرق سے تا غرب لگا ہات تو پھر کیا
اسپ و شتر و فیل و خر و نوبت و لشکر — گر قبر تلک اپنے چلا سات تو پھر کیا
جب آئی اجل پھر وہیں اُٹھ بھاگے شتابی — رندوں میں ہوئے اہلِ خرابات تو پھر کیا
دو دن کا جو تعویذ و فتیلہ و عمل سے — تسخیر کیا عالمِ جنات تو پھر کیا

فلیتہ

اس عمرِ دو روزہ میں اگر ہو کے بجومی
سب چھان لیے ارض و سمٰوات تو پھر کیا

اک دم میں ہوا ہو گئے سب علمی و نظری
تھے یاد جو اسباب و علامات تو پھر کیا

اس نے کوئی دن بیٹھ کے آرام سے کھایا
وہ مانگتا در در پھرا خیرات تو پھر کیا

دولت ہی کا ملنا ہی بڑی چیز نظیر آہ
بالفرض ہوئی اُس سے ملاقات تو پھر کیا

نمبر ۹

سحر آیا جو نہیں ہیں کلبۂ احزاں میں بیچارہ
وہیں اک بار گی جوشِ جنوں نے دل کو للکارا

پڑا ہی کیا فسردہ مثل برف ای شعلۂ آتش
بہار آئی دکھا گر تجھ میں ہی کچھ قوت و یارا

اُڑا کر گرد، مل کر خاک نکلا گھر سے پھر باہر
پڑھا یہ بند اور ہو کر کے نالہ آہ کا مارا

ہجومِ محشرم ہنگامہ ام، دیوانہ ام مستم
نہ از پا می شناسم سر نمی دانم ز سر پارا

قضا نے لا وہیں اک اس قدر زنجیر پہنائی
کہ جس کے غل کا پہنچا عرش کے کانوں میں جھنکارا

کھنکتی دور تک جاتی تھی اس شور و فغاں سے وہ
مگر گرجا زمیں سے کے رعد کی نوبت کا نقارا

نظیر آیا جو نہیں پھر ہوش میں تو کھکے یہ بولا
کہ آخر ہر کمالے را زوالے می شود یارا

نمبر ۱۰

بتوں کی مجلس میں شب کو مہرو جو اورنگ بھی قیام کرتا
گنشت ویراں، صنم کو بندہ، برہمنوں کو غلام کرتا

خراب خستہ سمجھ کے تو نے پیارے مجھ کو عبث نکالا
جو رہنے دیتا تو گل رخوں میں، قسم ہی تیری، میں نام کرتا

کروڑوں دل جو موے پڑے ہیں، نکلتے خونیں کفن سے نالاں
قیامت آجاتی جو وہ قامت گلی میں اپنی خرام کرتا

نہ اتنے قصے نہ جنگ ہوتی، پیارے، تیرے ملاپ اوپر
رقیب آپی سے زہر کھاتے جو وصل کا تو پیام کرتا

ہونٹ

وہ سرو قامت جو مسکرا کر چمن میں جاتا جو مسکرا کر
تڑپتی بلبل سسکتی قمری ہا گلوں پہ ہنسنا خرام کرتا

بھلا ہوا جو نقاب تو نے اٹھایا چہرے سے ہی پری رو
وگرنہ سینے سے دل تڑپ کر نگہ میں آ کر مقام کرتا

جو زلفیں مکھڑے پہ کھول دیتا صنم ہمارا تو پھر یہ گردوں
نہ دن دکھاتا نہ شب بتاتا نہ صبح لاتا نہ شام کرتا

وہ بزم اپنی تھی میخوری کی، فرشتے ہو جاتے مست بیخود
جو شیخ جی واں سے بچ کے آتے تو پھر میں اُن کو سلام کرتا

نظیر تیری اشاروں سے یہ باتیں غیروں کی سن رہا ہے
وگرنہ کس میں تھی تاب و طاقت جو مجھ سے آکر کلام کرتا

نمبر ۱۱

کلال گردوں اگر جہاں میں جو خاک میری کو جام کرتا[۱]
تو میں صنم کے لبوں سے مل کر عجب یہ عیش مدام کرتا — عجیب

جو پاتا لذت لبانِ مستاں و محبت سے تیری زاہد
تو صومعے سے نکل کے اپنے وہ میکدے میں مقام کرتا

وہ بزم اپنی تھی میکشی کی وہ نسیر ہو جاتے مست بیخود — فرشتے
جو شیخ جی واں سے بچ کے آتے تو میں یہ کہہ کر سلام کرتا — پھر میں اُن کو

جو زلفیں مکھڑے پہ کھول دیتا صنم ہمارا تو پھر یہ گردوں
نہ دن دکھاتا نہ شب بتاتا نہ صبح لاتا نہ شام کرتا

[۱] یہ غزل مجمع الاشعار سے لی گئی ہے۔ دو شعر اس کے بادنیٰ تغیر غزلِ سابق میں گزر چکے ہیں۔ باقی شعر نئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے اسی غزل کی نظیر نے نظر ثانی کی ہے۔ یا ممکن ہو کہ دو غزلہ ہو۔

نظیر آخر کو ہار کر میں گلی میں اُس کی گیا تھا بکنے
تماشا ہوتا جو لے کے مجھ کو وہ شوخ اپنا غلام کرتا

نمبر ۱۲

فطر پڑا اک بُت پری وش، نرالی سج دھج نئی ادا کا — جو عُمر دیکھو تو دس برس کی، پہ قہر و آفت غضب خدا کا
جو شکل دیکھو تو بھولی بھولی، جو باتیں سنیئے تو میٹھی میٹھی — پہ دل وہ پتھر کہ سر اُڑا دے جو نام لیجے کبھی وفا کا
جو گھر سے نکلے تو یہ قیامت کہ چلتے چلتے قدم قدم پر — کسی کو ٹھوکر، کسی کو چھگڑا، کسی کو گالی، نپٹ لڑا کا
یہ راہ چلنے میں چلبلاہٹ کہ دل کہیں ہے نظر کہیں ہے — کہاں کا اونچا، کہاں کا نیچا، خیال کس کو قدم کی جا کا
لڑاوے آنکھیں وہ بے حجابی کہ پھر پلک سے پلک نہ مارے — نظر جو نیچی کرے تو گویا کھلا سراپا چمن حیا کا
یہ چنچلاہٹ، یہ چلبلاہٹ، خبر نہ سر کی، نہ تن کی سُدھ بُدھ — جو چیرا اُلجھا، بلا سے اُلجھا، نہ بند باندھا کبھو قبا کا
گلے لپٹنے میں یوں شتابی کہ مثل بجلی کے اضطرابی — کہیں جو چمکا چمک چمک کر، کہیں جو لپکا تو پھر چھپا کا
نہ وہ سنبھالے کسی کے سنبھلے، نہ وہ منائے منے کسی کے — جو قتلِ عاشق پہ آ کے مچلے تو غیر کا پھر نہ آشنا کا
نظیر ہٹ جا، پرے سرک جا، بدل لے صورت، چھپا لے منہ کو — جو دیکھ لیوے گا وہ ستمگر، تو یار ہوگا ابھی جھگڑا کا

اچپلاہٹ
سنبھالا
منایا

نمبر ۱۳

کہا جو یار نے ہم سے پیام رُخصت کا — تو دم نکل گیا سنتے ہی نام رُخصت کا
مثال شمع کے جھٹ پٹ ٹپک پڑے آنسو — سُنا جو شوخ کے منہ سے کلام رُخصت کا
چلا ہوں یار کی مجلس سے اُٹھ کے اے ساقی — مجھے پلا دے تو اب ایک جام رُخصت کا
میاں جو شکل ستم کی تھی سو تو سب دیکھی — امیدوار ہے اب یہ غلام رُخصت کا
تم اپنے ظلم سے ہرگز نہ باز آؤ گے — چلا ہے نظیر سے لیجے سلام رُخصت کا

ٹپ ٹپ

نمبر ۱۴

جب میں سُنا کہ یار کا دل مجھ سے ہٹ گیا — سنتے ہی اس کے میرا کلیجا اُلٹ گیا
فرہاد تھا تو شیریں کے غم میں موا غریب — لیلیٰ کے غم میں آن کے مجنوں بھی لُٹ گیا

میں عشق کا جلا ہوں، مرا کچھ نہیں علاج
وہ پیڑ کیا ہرا ہو جو جڑ سے اُکھٹ[۱] گیا

اتنا کوئی کہے کہ "دوانے پڑا ہے کیا
جا دیکھ ابھی اُدھر کوئی پریوں کا غٹ گیا"

چھینا تھا دل کو چشم نے، لیکن میں کیا کروں
اُوپر ہی اُوپر اُس صفِ مژگاں میں بٹ گیا

کیا کھیلتا ہے نٹ کی کلا آنکھوں آنکھوں میں
دل صاف لے لیا ہے، جو پوچھا تو نٹ[۲] گیا

آنکھوں میں میری صبحِ قیامت گئی جھلک
سینے سے اُس پری کے جو پردہ اُلٹ گیا

سُن کر لگی یہ کہنے وہ عیارِ نازنیں
"کیا بولیں، چل، ہمارا تو دل تجھ سے پھٹ گیا"

جب میں نے اُس صنم سے کہا کیا سبب ہے جاں،
اخلاص ہم سے کم ہوا اور پیار گھٹ گیا؟

ایسی وہ بھاری مجھ سے ہوئی کون سی خطا
جس سے یہ دل اُداس ہوا جی اُچٹ گیا؟

آنکھیں تمہاری کیا پھریں اس وقت، میری جاں،
سچ پوچھیے تو مجھ سے زمانہ اُلٹ گیا

عشاق، جاں نثاروں میں میں تو امام ہوں"
یہ کہہ کے میں تو اُس کے گلے سے لپٹ گیا

کتنا ہی اُس نے تن کو چھڑایا جھڑک جھڑک
پر میں بھی قینچی باندھ کے ایسا چمٹ گیا

یہ کشمکش ہوئی کہ گریباں مرا اِدھر
ٹکڑے ہوا، اور اُس کا دوپٹہ بھی پھٹ گیا

آخر اسی بہانہ ملا یار سے نظیرؔ
کپڑے بلا سے پھٹ گئے، سودا تو پٹ گیا

نمبر ۱۵
سات زبانوں والی غزل

سحر جو نکلا میں اپنے گھر سے تو دیکھا اک شوخ حسن والا
جھلک وہ مکھڑے میں اُس صنم کے کہ جیسے سورج میں ہو اُجالا

وہ زلفیں اُس کی سیاہ پُرخم کہ اُن کے بل اور شکن کو یارو
نہ پہنچے سنبل، نہ پہنچے ریحاں، نہ پہنچے ناگن، نہ پہنچے کالا

ادائیں بانکی عجب طرح کی، وہ ترچھی چتون بھی کچھ تماشا
بھنویں وہ جیسے کھنچی کمانیں، پلک سناں، کش نگاہ بھالا

وہ آنکھیں مست اور گلابی اُس کی کہ اُن کو دیکھے تو دیکھتے ہی
مئے محبت کا اُس کی دل کو ہو گیا ہی گہرا نشہ دوبالا

لبوں پہ سُرخی وہ پان کی کچھ کہ لعل بھی منفعل ہو جس سے
وہ آن ہنسنے کی بھی پھر ایسی کہ جس کا عالم ہی کچھ نرالا

وہ جامہ زیبی، وہ دل فریبی، وہ سج دھج اُس کی، وہ قدِ زیبا
کہ دیکھ جس پر فدا ہوں دل سے وہ جن کو کہتے ہیں سرو بالا

---

[۱] اُکھٹنا پرانا لفظ ہے۔ اُکھڑنے کے معنی ہیں۔ فاربس کی ڈکشنری میں یہ لفظ موجود ہے۔ مگر اُس کے معنی کچھ اَور دیے ہیں۔ [۲] نٹ جانا مُکر جانا۔

نگہ لڑائی ہی اس نے جس دم جھمک لیا جھپ تو دل کو میرے
ادا ادا سے ادھر دبوچا پلک پلک سے ادھر اچھالا

جو لے لیا دل کو میرے یارو تو اس سے نے لی راہ اپنے گھر کی
پڑا تڑپتا میں رہ گیا واں، زباں پہ آہ اور لبوں پہ نالا

بہت بہ یں سے تو چاہا پوچھوں میں نام اس کا وے وہ گل رو
نہ مجھ سے بولا نہ کی اشارت نہ دی تسلی، نہ کچھ سنبھالا

پری رُخ من، شکر لب من، دمے تو باز آ بہ پیش چشم
بیاد سرو تو بے قرارم، نہال عشقت شدہ است بالا

فدا ہے[1] وجھک، عشی شر قا، موع نہر او من فراقک
کثیر حزنا مع الہموم ثقیل ہجرا و کا لجبالا

تُسا دِے ملنے نوں دل ہے بے کل اپی اوہ کلاں نت آکھدا ہی
سدا ہے مینوں دے اپنے گھر وچ نہیں تو اتھے اسا دِے نال آ

تہاری آسا لگی ہے نس دن، تہارے درشن کو ترسیں نیناں
دُلارے سُندر، انوٹھے ابرن، ہٹیلے موہن، انوکھے لالا

ابن کے من کو جو چھینوں تھی اے یار کا تیں لگائی اتنی
بھرا تیں اگر بھر لوبھاں کی پلک کٹارا جو تہاں نے گھالا

اگن برت ہے ہیا میں موے برہ میں تیرے اے من موہنوا
تورے جو نیناں نے موہا مہکو نہ جیوں تنکو بھوا و کھالا

جگت ستیھا، امت برہمکا، انک کھوا، ممن کرن کھا
دوانی کینی تمن سُتر بجن، نہ سُدھ کی گر پڑنہ بُدھ کی جھالا

کبھی تو ہنس کر شتاب آجا نظیر کی بھی طرف ٹک اے جاں
بنا کے سج دھج، پھرا کے دامن، لگا کے ٹھوکر، ہلا کے بالا

نمبر ۱۶

پھر آن کے منت سے ملا ہم سے وہ لالا
المنۃ للہ تقدس و تعالیٰ

کر قتل مجھے تو نے ہمیشہ کو جلایا
ظالم، تجھے جیتا رکھے اللہ تعالیٰ

دیکھ اب تو مجھے ہر کوئی کہتا ہے یہی آہ:
"پھر قبر سے اللہ نے مجنوں کو نکالا"

"مرمر" مجھے کہتا تھا سو مرتا ہوں میں یارو
اب لاؤ کہاں ہے وہ مرا کوسنے والا؟

بن تختۂ گل آخر ش اس خاک چمن سے
نکلا مرے قاتل کے شہیدوں کا رسالا

قاصد تو مرا نام تو لیجو نہ، و لیکن
کہنا: "کوئی مرتا ہے ترا چاہنے والا"

کیا خاک اڑانے کو چلیں آہ! چمن میں
نہ یار، نہ ساقی، نہ صراحی، نہ پیالا

جیسا کہ وہ ہو مجھ سے خفا رو ٹھ چلا تھا
اللہ نے کیوں جب ہی مجھے مار نہ ڈالا

---

[1] عبارت اس کی بہ ترکیب نحوی ٹھیک نہیں مگر ہر جگہ یوں ہی مندرج ہے۔

شاید وہی بن ٹھن کے چلا ہے کہیں گھر سے
ہے یہ تو اُسی چاند سی صورت کا اُجالا

لے لے کے بلائیں مجھے یہ کہتی ہیں آنکھیں:
"صدقے ترے، پھر ایک نظر مجھ کو دکھا لا"

صحرا میں مرے حال پہ کوئی بھی نہ رویا
گر پھوٹ کے رویا، تو مرے پانو کا چھالا

اوروں کو جو گرتے ہوئے دیکھا تو لیا تھام
ہم گر بھی پڑے تو بھی نہ ظالم نے سنبھالا

ہم تجھ سے اسی روز کو روتے تھے، نظیر آہ!
کیوں تو نے پڑھا عشق و محبت کا رسالا؟

نمبر ۱۷

پھر ہو کے خفا اُٹھ گیا ہم سے وہ لالا
اے داغ، مبارک ہو تجھے منصب والا

شیریں کے در او پہ یہ جو سے شیر نہ جانو
فرہاد کے لوہو کا چھلکتا ہے پیالا

کیا جانیے کس حال میں ہووے گا، عزیزو،
دل آج مرا سلمہ اللہ تعالیٰ!

بوسے کی طلب کی تو کہا ناز سے "چل دور"
اور دل کو کھا لے تو وہیں ہنس کے کہا "لا"

رک رک ل میں ترے ہجر میں اے رشکِ مسیحا
مرتا ہوں، مرے اب کوئی جینے کی دوا لا

مجھ زلف کے مارے کو نہ زنجیر پنھاؤ
کافی ہے مرے قید کو اک مکڑی کا جالا

شاید کہ مُوا رات کو سینے میں مرا دل
نے آہ، نہ زاری، نہ دمِ سرد، نہ نالا

گر بس ہو مرا تو میں کسی چور سے کہہ دوں
جا آج پلنگ اُس کے تو سونے کا اُٹھا لا

وہ آپ سے رُوٹھا نہیں منّے کا، نظیر آہ!
کیا دیکھے ہے؟ چل، پانو پڑ اور اُس کو منا لا

نمبر ۱۸

مانی نے جو دیکھا تری تصویر کا نقشا
سب بھول گیا اپنی وہ تحریر کا نقشا

اس ابروِ خم دار کی صورت سے عیاں ہے
خنجر کی شباہت، ادمِ شمشیر کا نقشا

مژگاں کو تری دیکھ، یہ کہتے ہیں سپاہی:
"تصویر یہ بھالے کی ہے اور تیر کا نقشا"

یہ زلفِ سیہ عارضِ قاتل پہ نہ جانو
تقدیر نے کھینچا ہے یہ زنجیر کا نقشا

کیا پردے ہی پردے میں مجھے قتل کیا، آہ!
ہرگز نہ کھلا کچھ مری تقدیر کا نقشا

کیا گردشِ ایام ہے، اے آہِ جگر سوز — اُلٹا نظر آیا تری تاثیر کا نقشا

یا گھر سے نکالوں تجھے، یا قتل کروں، آہ! — ٹھہرا ہے یہ کچھ اب مری تقدیر کا نقشا

دن رات ترے کوچے میں رووے ہے ہمیشہ — عاشق کے یہ ہے منصب و جاگیر کا نقشا

میں توصفِ محشر میں بھی لوں گا تجھے پہچان — رانجھا کو نہ بھولے گا کبھی ہیر کا نقشا

فرہاد نے تیشے سے لہو اپنا بہا کر — شیریں کو دکھایا وہ جو ئے شیر کا نقشا

یہ تُربتِ مجنوں پہ نہیں گھاس اُگی یار — لیلیٰ کی یہ ہے زلفِ گرہ گیر کا نقشا

تدبیر تو کچھ بن نہیں آتی ہے نظیر آہ — اب دیکھیے کیا ہوتا ہے تقدیر کا نقشا

نمبر ۱۹

قاصد! صنم نے خط کو مرے دیکھ کیا کہا؟ — حرفِ عتاب، یا سخنِ دل کُشا کہا؟

تُجھ کو قسم ہے، کچھ نہ پوشیدہ مُجھ سے تو — کہیو وہی جو اُس نے مجھے برملا کہا

قاصد نے جب تو سُن کے کہا: "کیا کہوں میں یار! — پہلے مجھی کو اُس بُتِ بے بہت ناسزا کہا

پھر تُجھ کو سو عتاب سے جھنجھلا کے دم بہ دم — کیا کیا کہوں میں تجھ سے کہ کیا کیا بُرا کہا

اِس کا مزا چکھاؤں گا جا کر اُسے شتاب — رہ رہ اِسی سخن کے تئیں بار ہا کہا

میری تو کچھ خطا نہیں تو ہی سمجھ اِسے — بے جا کہا یہ اُس نے مجھے، یا بجا کہا

کہتا تھا میں تجھے کہ نہ بھیج اُس کو خط میاں، — لیکن نظیر تو نے نہ مانا مرا کہا"

نمبر ۲۰

ترے جمال کی سُورج، جھلک نہ دیکھ سکا — کھُلی نقاب رہی جب تلک، نہ دیکھ سکا

تو وہ ہے نورِ سراپا کہ تیری صورت کو — بشر تو کیا ہے، مری جان، ملک نہ دیکھ سکا

گلی کی خاک بھی ہو کر نہ ٹھہرنے پائے — ہمیں تو آہ! فلک یاں تلک نہ دیکھ سکا

یہ ناتواں ہوں، کہ آیا جو یار ملنے کو — تو صورت اُس کی، اُٹھا کر پلک، نہ دیکھ سکا

گھڑی تو دل کو پرویا، گھڑی جگر چھیدا — کبھی خوشی سے مجھے وہ اک پلک نہ دیکھ سکا

	لگا گھٹا نے جواب مے کو دم بہ دم ساقی	ہمارے جام کی، شاید چھلک نہ دیکھ سکا
	نظیر تم سے نہ ہوتا کبھی جدا پیارے!	یہ کیا کرے، کہ یہ کافر فلک نہ دیکھ سکا
نمبر ۲۱	ملا مجھ کو وہ آج چنچل چھبیلا	ہوا رنگ سُن کر رقیبوں کا نیلا
	کیا جس نے مجھ سے عداوت کا پنجہ	سنُلقی علیہم عذا باً ثقیلا
	نکل اُس کی زُلفوں کے کوچے سے اے دل	تو پڑھتا قم اللیل الاّ قلیلا
	کہُستان میں ماروں اگر آہ کا دم	فکانت جبالٌ[ا] لا کثیباً مہیلا
	نظیر اُس کے فضل و کرم پر نظر رکھ	فقل حسبی اللہ نعم الوکیلا
نمبر ۲۲	کل جو رُخِ عرق فشاں یار نے ٹک دکھا دیا	پانی چھڑک کے خواب سے فتنے کو پھر جگا دیا
	اُس کے شرارِ حسن نے جلوہ جو اک دکھا دیا	طور کو سر سے پانو تک پھونک دیا، جلا دیا
	گزرے جو سوے خانقاہ، واں بھی یہ شکلِ جانماز	اہلِ صلاح و زُہد کو فرش کیا، بچھا دیا
	نکلے جو راہِ دیر سے، اک ہی نگاہِ مست میں	گبر کا صبر کھو دیا، بُت کو بھی بُت بنا دیا
	سُن کے یہ میرا عرضِ حال، یار نے یوں کہا نظیر:	"چل بے، زیادہ اب نہ بک، تو نے تو سر پھرا دیا"
نمبر ۲۳	رُخ و جبیں، مژہ، تیز و چشم و ابرو کو	سنان و بدر و مہ و نرگس و ہلال، لکھا
	تن و دل و لب و دنداں کو، روے فکرت سے	عقیق و سیم و دُر و سنگ کے مثال، لکھا
	ذقن کو، چاہ زنخداں کو، گوش و گردن کو،	صُراحی، سیب، و گُل و چشمۂ زلال، لکھا
	کفِ حنائی و انگشت و ساعد و قد کو	سناک و برگِ گُل و غنچہ و نہال، لکھا

[ا] عبارت بہ ترکیبِ نحوی صحیح نہیں ہے اور نہ اس طور پر قرآن میں وارد ہے۔ مگر نظیر اس قسم کی آزادی بعض جا برت جاتے ہیں۔ اصل میں یہ سورۂ مزمل کی ایک آیت ہے اور وہ یوں ہے:۔ وکانت الجبال کثیباً مہیلا۔

نمبر ۲۴

خرامِ ناز سے اُس شوخ نے دامن کو جب جھٹکا
نہیں گھٹا عبادت کا ترے ملتھے پہ او زاہد
نظیر آرام سے گر تجھ کو اس دُنیا میں رہنا ہی
ہماری خاک نے کیا کیا ہوا کے ساتھ سر ٹپکا
نشاں ہی یہ کسی محبوبِ بے پروا کی چوکھٹ کا
سوا اللہ کے ہرگز کسی سے دل کو مت اٹکا

نمبر ۲۵

آغوشِ تصورؔ میں جب ہم نے اُسے مسکا
اُس تن کو نہیں طاقت شبنم کے تلبس کا
سو بار حریر اُس کا مسکا نگہِ گل سے
لب ہائے نزاکت سے اک شور تھا بس بس کا
ای دستِ ہوس، اُس پر تو قصد نہ کر مس کا
شبنم سے کب ای بلبل پیراہنِ گل مسکا

نمبر ۲۶

شہرِ دل آباد تھا جب تک وہ شہر آرا رہا
گیا رہا پھر شہرِ دل میں جز ہجومِ درد و غم
آ رہا آنکھوں میں دم، تو بھی نہ وہ آیا صنم
جب وہ شہر آرا گیا پھر شہرِ دل میں گیا رہا
تھی جہاں فوجِ طرب، واں لشکرِ غم آ رہا
حیف کس سے پوچھیے جا کر کہ "وہ کس جا رہا؟"

نمبر ۲۷

عشق کا جو گلِ زخمِ دمِ شمشیر کھِلا
طفل اشک، ای مژہ، چاہے کہ رہے تنگ، تو اُسے
محوِ تدبیر ہیں ہم، لیک خدا ہی جانے
رہ گیا جسم پہ مثلِ گلِ تصویر کھِلا
پیار سے، مہر سے، اُلفت سے، نہ تدبیر کھِلا
کون سا گُل ہی پسِ پردۂ تقدیر کھِلا

نمبر ۲۸

اُدھر اُس کی نگہ کا ناز سے آ کر پلٹ جانا
یہ کچھ نہ روپ بن دیکھو کہ بن کر شکل دانے کی
یہ یکتائی، یہ یکرنگی، تس اوپر یہ قیامت ہی
ادھر مُڑنا، تڑپنا، غش میں آنا، دم اُلٹ جانا
بکھرنا، سبز ہونا، لہلہانا، پھر سمٹ جانا
نہ کم ہونا نہ بڑھنا، اور ہزاروں گھٹ میں بٹ جانا

[1] امانت کے اُس مشہور شعر کا ماخذ یہی مطلع ہی۔ [2] یاں گرہ کھل گئی دل کی اُدھر لگیا مسکی ٭ لب نازک سے صدا آنے لگی بس بس کی۔ [3] جسم یا ظرف کو کہتے ہیں۔

نمبر ۲۹

دیکھے جلوہ جو اُس کے حُسنِ بالا دست کا
بے صدا آکر لگا اور ہو گیا سینے کے پار
حوصلہ اتنا کہاں اپنی نگاہِ پست کا
یہ خدنگِ صاف تھا کس بے نشاں کی شست کا

نمبر ۳۰

اک پردۂ ہستی نہ رہا، جوں نظر آیا
اُس مہرِ پُر انوار سے، شبنم کی طرح، ہم
وہ پردہ بر انداز ہمیں کیوں نظر آیا؟
گُم ہوتے گئے، ہم کو وہ جوں جوں نظر آیا

نمبر ۳۱

سر سبز دل جلوں کو نہ ہرگز کرے فلک
جب سے ہوے ہیں وہ لبِ جاں بخش جلوہ گر
دانہ کہیں اُگا ہے جو آتش میں بھن گیا
تب سے تمام نسخۂ عیسیٰ کا گُن گیا

اُردو غزلوں کے متفرق اشعار

لاتے خاطر میں ہمارے دل کو وہ مغرور کیا	۱	جس نے آگے مہر کیا، مہ کیا، پری کیا، حور کیا
دل ہوا جس دن سے بسمل ابروے دل خواہ کا	۲	تھا وہی پہلا دن اُس بسمل کی بسم اللہ کا
نہ گُل اپنا نہ خار اپنا نہ ظالم باغباں اپنا	۳	بنایا آہ! کس گلشن میں ہم نے آشیاں اپنا
پہنچے نہ ذیلِ وصف میں دست اُس کے عام کا	۴	موصوف ہو جو خاص خُدا کے کلام کا
عیسیٰ کے قُم سے حکم نہیں کم فقیر کا	۵	اَرِنی[1] پکارتا ہے سدا دم فقیر کا
سبھوں کو مے ہمیں خونابِ دل پلانا تھا	۶	فلک! ہمیں پہ تجھے کیا یہ زہر کھانا تھا؟
یہ سیل کے اشکوں کی بیاباں میں نہیں نہر	۷	پھوٹا کوئی مجنوں کے مگر پانو کا چھالا
ہم نے چاہا تھا کہ حاکم سے کریں گے فریاد	۸	وہ بھی کم بخت ترا چاہنے والا نکلا
دیکھ سبزوں کی طراوت کو زمیں پڑھتی ہے	۹	آیۂ انبتہ اللہ نباتاً حسنا
چمن طرازِ حقیقی نے اپنی صنعت سے	۱۰	کسی کو پھول بنایا، کسی کو گھاس کیا
وصل اُس کا ہوتا، کیونکر میسّر	۱۱	وہ نورِ جاں تھا، میں آب و گل تھا

[1] ارنی بکونِ را شعراے فارس نے بھی باندھا ہے۔

جو وصف زُلف کا پوچھا تو حلقے حلقے کو	۱۲	تاب و مرجع و ملجائے صد اسیر کہا
دیکھ اُسے رنگِ بہار و سرو و گل اور جویبار	۱۳	اک اُڑا، اک گر گیا، اک جل گیا، اک بہ گیا
تو ہے وہ گُل، اے جان، کہ ترے باغ میں ہے شوق	۱۴	جبریل کو بُلبل کی طرح نعرہ زنی کا
ہے کون سی وہ چشم نہیں جس میں اُس کا نور؟	۱۵	ہے کون سا وہ دل کہ نہیں جس میں اُس کی جا؟
بدن گُل، چہرہ گُل، رُخسار گل، لب گل، دہن ہے گل	۱۶	سراپا اب تو وہ رشکِ چمن ہے ڈھیر پھولوں کا
نظیر اب اس ندامت سے کہوں کیا	۱۷	فآہا ثُمَّ آہا ثُمَّ آہا
ہے کفِ پا وہ مصفا کہ جسے دھیان میں لا	۱۸	پائے نظارہ یہ کہتا ہے: "پھسل جاؤں گا"
نہ آئی بو جو ذرا تیرے مُصحفِ رُخ کی	۱۹	نسیم پھاڑ گئی آ کے ہر ورق گُل کا
اب تو ذرا سا گانو ہے، بیٹی نہ دے اسے	۲۰	لگتا تھا، ورنہ چین کا داما د آگرا
ہم وہ درخت ہیں کہ جسے دم بہ دم اجل	۲۱	ارّہ اِدھر دکھاتی ہے، اُدھر تبر قضا
بتوں کی ناز برداری میں بھی تیری عبادت کی	۲۲	مری اس بندگی کا اب تو ہی شاہد ہے معبودا
عزیزو کیا پڑے سوتے ہو غفلت میں، ذرا جاگو	۲۳	جرس فریاد مے دارد کہ "بربندید محمل ہا"
ہوئی جور و بدل رائے کتنی بار نظیر	۲۴	تو اُس نے خط کا ہمارے نہ پھر جواب لکھا

فارسی کے متفرق اشعار

بالہ گوش تو اے غنچہ دہن خوش بالا	۱	داشتم گوہرِ دل، بُرد ز بالا بالا
چو بیند ایں طلائی آرسی را	۲	بود خجلت گُلِ سورج مکھی را
روی خود می پوشی ای رنگیں ادا ہر دم زمن	۳	طالبِ دیدار را تابِ تحمّل تا کجا
گُلِ چنپا پسندِ من از اں است	۴	کہ روزے دیدہ ام چنپا کلی را
دو شالہ از تنِ خوباں چو گرم اُلفت شد	۵	باتّصال دعا می دہد زمستاں را
شال رومال برسرِ تو چنیں	۶	کہ صد احساں نہادہ بر سرِ[۱] ما

[۱] بغیر اضافت بھی پڑھ سکتے ہیں اور شاید زیادہ گرم وہی ہے۔

نمبر	مصرعِ اول	شمار	مصرعِ ثانی	
	ازیں معنی بخندید او بطر زے	۷	کز و گرد د خجل عقدِ ثریا	
	جز عنایاتِ نازنیں خوباں	۸	کہ نشاند نیاز منداں را؟	
	گُل در انگشتِ تو ای رنگیں ادا	۹	شاخ را بگزاشت در عشقِ حنا	

ردیف ب

نمبر	مصرعِ اول		مصرعِ ثانی	
نمبر ۳۲	کیوں نہ عشرت دوچند ہو، جو ملے		یار سہ چہرہ اور شبِ مہتاب ؟	
	فرصتِ عمر، قطرۂ شبنم		وصلِ محبوب، گوہرِ نایاب	
	گردشِ آسماں میں ہم کیا ہیں؟		پرِ کاہ ہے میانۂ گرداب	
	جسم کیا؟ روح کی ہے جولاں گاہ		روح کیا؟ اک سوارِ پابہ رکاب	
نمبر ۳۳	جب کھلے اُس معجزہ آرا کے لب		بند ہوئے حضرتِ عیسیٰ کے لب	
	عشق میں، اُس گوہرِ نایاب کے،		آج تک خشک ہیں، دریا کے لب	
	نام سے اُس لب کے، ہیں لب ریزِ شہد،		خُلد کی حورانِ شکر خا کے، لب	
نمبر ۳۴	ہوا جو اُس کا وہ کوچہ چمن سرشت نصیب		خدا نے ہم کو ابھی جا کیا بہشت نصیب	
	یہ کم نصیب ہوئے ہم، کہ بعدِ مرگ نظیر		ہوئی، مزار کو اپنے، نہ ایک خشت نصیب	
نمبر ۳۵	دل سا دُرِ یتیم بکا کوڑیوں کے مول		کیا کیجے، خیر، یہ بھی خریدار کے نصیب	
	بازارِ یوسفی نے نہ دیکھی تھیں خواب میں		جو گرمیاں ہوئیں ترے بازار کے نصیب	

اُردو غزلوں کے متفرق اشعار

	مصرعِ اول	شمار	مصرعِ ثانی	
	ساغر کے لب سے پوچھیے اُس لب کی لذتیں	۲۵	کس واسطے کہ خوب سمجھتا ہے لب کی لب	
	ہو حسنِ اثر کیوں نہ مری آہ میں، یارب؟	۲۶	سب کچھ ہے مہیا تری درگاہ میں، یارب	

	گزرے دو دم نہ خوشی سے کبھی ای وا ے نصیب	۲۷	تھی عجب کلک، وہ جس سے مرے لکھوائے نصیب	
	بقولِ حضرتِ صائب، ہزار حیف، نظیر	۲۸	کہ در بہار ندارم بکف بہائے شراب	
	ایک نظر گر تجھے، دیکھیں، تو شادی سے پھر	۲۹	مہ کو لگیں چار چاند، مہر کو چار آفتاب	

فارسی کے متفرق اشعار

	بس کہ حُسنِ گل دہد راحت بجانِ عندلیب	۱۰	بہرآں باشد بگلشن آشیانِ عندلیب	
	فی المثل صیّاد گر سازد اسیرش پیشِ گل	۱۱	از پرے تا ہم تواں دیدن نشانِ عندلیب	
	جنبشِ جھمکۂ تو مے سازد	۱۲	خاطرِ آرمیدہ را بے تاب	
	مسی بُرتبۂ والائے خویش مے نازد	۱۳	زلطفِ گوہرِ دندان تو لبی و دو زیب	
	عرق آن طور بر نازک تنِ تست	۱۴	کہ باشد در چمن نسرینِ سیراب	
	عجب دارم من از پازیب خوباں	۱۵	کہ زیب از پا بود گویند پازیب	
	ای گل اندام گلشنِ حُسنت	۱۶	باد پیوستہ جنرّم و سیراب	

ردیف پ

نمبر ۳۶	ہی جو اُس محبوب کی انگشتری، در دستِ چپ		رکھتی ہی کیا کیا نزاکت پروری، در دست چپ	
	کل تو، دہنے ہاتھ میں، تسبیح رکھتا تھا نظیر		اور مصلے کی عنایت گستری، در دستِ چپ	
	آج، صہبا کی گلابی، اُس کے ہی، در دستِ راست		اور بلبب مے کی اک پیالی بھری، در دستِ چپ	

ردیف ت

نمبر ۳۷	قسمت میں گر ہماری، یہ مے ہی تو ساقیا		بے اختیار، آپ سے شیشہ کرے گا جست	
	کچھ ہم کو امتیاز نہیں صاف و دُرد کا		ای ساقیانِ بزم، بیارید ہرچہ ہست	لگے

اُردو غزلوں کے متفرق اشعار

	تری قدرت کی قدرت، کون پا سکتا ہی، کیا قدرت	۳۰	ترے آگے کوئی قادر کہا سکتا ہی، کیا قدرت	
ر	کُھل گیا رخسار اُس کا جس گھڑی کاکل سمیت	۳۱	حُسن کے گلشن کا دیکھا ہم نے گُل سنبل سمیت	

فارسی کے متفرق اشعار

ای سروقد، بیا کہ بہ امیدِ دیدنت	۱۷	مشتاقِ تو بہ زیرِ درختے فتادہ است
طرّہ مقیّش بر دستار چون گل ہمچنان	۱۸	تا تواں گفتن کہ این از ہارِ نسریں برگل است
دوپٹہ تو گلابی، و من باین حیرت	۱۹	کہ برگِ گل بچنیں عرض و طول بس عجب است
غُنچہ را حُسنِ شگفتن ز نسیمِ سحر است	۲۰	بہر این غنچہ مگر وصلِ نسیم دگر است
جز تبسّم نتواں گفت نسیمش اصلا	۲۱	یا تکلّم کہ بہ از قند و نبات و شکر است
بود یک لعل، در آغوشِ حُمرت	۲۲	کنارِ رنگِ پان خوشش از دو لعل است
من آن نیم کہ تبسّم ز چینِ پیشانی	۲۳	چنین مُعاملہ اکثر بہ پیشم آمدہ است
حنا گرفت سرِ انگشتِ او چو از فندق	۲۴	برائے آن کہ بگیرند ساعد از انگشت
بچشمت رشتۂ کاجل بفہم	۲۵	یکے از رشتہ دارانِ فسوں است
ٹیکی کہ بر جبینِ تو رخشاں تر آمد است	۲۶	این طُرفہ اخترے است کہ بر مہ برآمد است
تشبیہِ خالِ زلفِ بر و این کہ افعیے	۲۷	گردک زدہ بسایۂ سنبل نشستہ است
چیست تمثیل از برائے خالِ این چاہِ ذقن	۲۸	قُرصِ عنبر بر سرِ چہ از گرہ اُفتادہ است
آرسی دیدنِ خوباں ز نزاکت سبب است	۲۹	نازکاں را طلبِ آینہ تکلیفِ لب است
قرار رفت ز لٹکن کہ تابش آمیز است	۳۰	بحسنِ جنبشِ ہر دم عجب دل آویز است
چھلۂ چند این بانگشتانِ تو، ای نازنین	۳۱	در فریبِ ماہیِ دل قول باہم بستہ است
جگنوای گُل در گلوے تو عجب تابندہ است	۳۲	آں کہ جگنو نام دارد پیش این شرمندہ است
قبائے چھینٹ در آغوشِ نازنیں خوباں	۳۳	برائے زینتِ ملتان و خوبیِ چین است
شال بر فرقِ تو چنیں زرد است	۳۴	کہ بہمرنگِ جنس خود فرد است
صندل ز جبہۂ تو بزینت رسیدہ است	۳۵	یا از عتاب چیں بہ جبینت رسیدہ است
نسبریں صفتِ زمزمۂ گوش، تو شنیدہ است	۳۶	در گوشِ تو اکنوں پئے تحقیق رسیدہ است

چه جاے غیر، چنیں است ایں لباس بسنت ۳۷ که دل بجلوه دُر باید ز دستِ ساده بسنت

نوید ای دل که معشوقِ ستم گار ۳۸ بعاشق پروری شاید کمر بست

ایں حائل کز گُلِ صد برگ هست، ای نازنیں ۳۹ پیشتر صد برگ نامش بود اکنوں صد گل است

کرم کردن با حوالِ غریباں ۴۰ ز دل داراں ز دل داری تُواں گفت

ازیں که یافت تمنّا یم آں گُلِ خوبی ۴۱ دلم چو لالهٔ و گلنار از سرور شگفت

تبسم کرد و گفت آں شوخ از من: ۴۲ "ترا ایں هم شکر باشد غنیمت"

اندکے لطف هم نشینیِ تو ۴۳ بر من، ای گُل عذار، بسیار است

صیاد صید را بفریبے ربوده است ۴۴ از دام رفته است، چنیں نیز بوده است

گفتم ای نازنیں نکو گفتی ۴۵ سحرِ حُسنت فزوں تر از جادو است

گفتم که "درست گفتی ای شوخ ۴۶ پروانهٔ خام باید م گفت"

در چمن ای نازنیں گُل از براے بلبل است ۴۷ گفت: "بے جا، نازِ بلبل نیز از بهرِ گل است"

گفتم: "سرور یافت دلم از جمالِ تو" ۴۸ فرمود: "طبعِ منِ ز تو هم خُرّمی گرفت"

گفتم "ای جان، چنیں سخن گفتن ۴۹ تا قناعت بهر روش خوب است"

گر بتاں مے کنند استهزا ۵۰ بت پرستاں هم ایں قدر طیبت

ز راه منصفی لازم نه ایں است ۵۱ تبسم کرد و گفت: "ایں جا همیں است"

گفتم: "اکنوں تواں بچاره شتافت ۵۲ گفت: "اگر دل قرار خواهد یافت"

گفتم "ای نازنین، شرم آگیں ۵۳ حُسن را شرم خوبی دگر است"

گفتم "ای نازنینِ، خوش رفتار ۵۴ دلِ من شد نثار رفتارت"

طبعِ خوباں بسے بود نازک ۵۵ پاسِ آں لازم محباں است

نازنیناں لطف هم فرموده اند ۵۶ گر چنیں باشد، نهایت خوش تر است

تبسم کرد و گفتا: "طیبت است ایں" ۵۷ بگفتم: "حرفِ من هم آں چناں است"

	مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
	آرزو بم ہمیں، مگر ای جاں	۵۸	ایں جسارت ز روے طیبت ہست
	لباسِ دھانیِ او بہرِ آن است	۵۹	کہ خود ہم در نزاکت دھان پان است
	حُسن را اشعرِ نظیر گزو	۶۰	جوہر و جوہری سزد بصفت

ردیف چ

اُردو غزلوں کے متفرق اشعار

	مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
	طریقِ عشق بے مرشد نہ ہو طی	۳۲	کہ ہو یہ رہ، نہایت پیچ در پیچ
	نظیر، یار سے کیوں دردِ دل نہیں کہتا؟	۳۳	سُنا نہیں ہو وہ تو نے، کہ "سانچ کو کیا آنچ"؟

ردیف ح

مقطع

	مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
	جس کو کہتے ہیں نگاہِ لطفِ خوباں، ای نظیر	۳۴	ہو وہ مثل کیمیا، ہم منتظر مس کی طرح

ردیف د

فرد

	مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
	رکھتے ہیں بہم شمس و قمر کا سا تفاوت	۳۵	نورِ یدِ بیضا و کفِ پاے محمد

	مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
نمبر ۳	در پی ہیں دل اپنے کے ادھر، عشوہ گرِ چند		خواہندۂ یک جاں ہیں اُدھر، مو کمرِ چند
	کیا کیا مگسِ عقل کے باندھے ہیں پر و بال		کر کر کے شکر خندہ بہم لب شکرِ چند

	مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
نمبر ۳۹	چھوٹا، بڑا، نہ کم، نہ منجھولا ازار بند		ہو اُس پری کا سب سے اَمولا[۵۲] ازار بند
	ہر اک قدم پہ شوخ کے زانو کے درمیاں		کھاتا ہو کس جھلک سے جھکولا ازار بند
	گوٹا، کناری، بادلہ، مقیش کے سوا		تھے چار تولے موتی، جو تولا ازار بند

۵۱ کہ نزد تو بیایم ۵۲ اصرار بہ نیامدن

۵۳ امول یا امولا بیش قیمت سبے بہا

ہنسنے میں ہاتھ میرا کہیں لگ گیا تو وہ
لونڈی سے بولی: "جا، مرا ڈھولا ازار بند"

اور دو سو نہیں، تو پھینک دے ناپاک ہو گیا،
وہ دوسرا جو ہے، سو پرولا ازار بند"

اک دن کہا یہ میں نے کہ "ای جان! آپ کا
ہم نے کبھو مزے میں نہ ۔۔۔ ازار بند"

سُن کر لگی یہ کہنے کہ "ای وا چھڑے، چہ خوش،
ایسا بھی کیا میں رکھتی ہوں پولا ازار بند"

آجاوے اس طرح سے جواب ہر کسی کے ہاتھ
ویسا تو کچھ نہیں مرا بھولا ازار بند"

اک رات میرے ساتھ وہ عیار، مکرباز
لیٹی، چھپا کے اپنا مموّلا ازار بند

جب سو گئی تو میں نے بھی دہشت سے اُس کی آ
پہلے تو چپکے چپکے ٹٹولا ازار بند

آخر بڑی تلاش سے اُس شوخ کا نظیر
جب آدھی رات گزری تو ۔۔۔ ازار بند

غزل فارسی

نمبر ۱

بود عہدے کہ زمن راز نہاں نتواں کرد
این زمانے است کزاں ہیچ عیاں نتواں کرد

شکوہ ہا گر بنویسم عجبے نیست، کہ تو
بمن آں کردۂ ای جاں کہ بیاں نتواں کرد

کہ چنیں ہا شود از تو بوفا اندیشاں
خود بفرما کہ شکایت بچہ ساں نتواں کرد؟

کج روی خوب نباشد، وگرت خوش آید
تا ہم ای غنچہ دہاں، سروِ رواں نتواں کرد

از فریبت دلم آزردہ نباشد چہ حساب
نیش را از غلطی نوش گماں نتواں کرد

با من ایں طور سلوک از رہ عیاری ہا
می تواں کرد، ہا بگو رشکِ بتاں نتواں کرد

ہر چہ رفت از تو بحالِ دل من رفت ولے
بعد ازیں یادِ تو باشد کہ چناں نتواں کرد

قوّتِ نفع رسانی چو نداری بکسے
ایں ہم از سودِ شناسی کہ زیاں نتواں کرد

بر زباں حرفِ محبّت، بدل اندازِ خلاف
ایں فسونہا بصداقت نشاں نتواں کرد

جاہلانے کہ تراطرز ریا یاد دہند
نظرِ لطف باں بے خرداں نتواں کرد

گر نظیر از تو کند مکر و فسوں ممکن نیست
نیک پندار کہ از تیر کماں نتواں کرد

لہ نفیس نازک۔

فارسی کے متفرق اشعار

۶۱ — بر دوشتِ ختن صد رشک بر کف ‏/ اگر آں زُلف در دستِ من آید

۶۲ — خُرّم آں بلبل کہ در صحن گُلستاں پیش گُل ‏/ بر کشد آوازِ شوق و گوشِ او سازد نسپند

۶۳ — کسے کہ مائلِ بستانِ حُسن شد، او را ‏/ بہم شبیہہ نگہ نیز فرحت افزاید

۶۴ — جُب سہی قامتانِ گلشنِ حُسن ‏/ دل قمری وشاں کہ شاد کند

۶۵ — آں را کہ بہرِ دیدنش آید پری چوں عاشقاں ‏/ ای دل چُنیں رنگیں ادا از بہرِ درسن می رود

۶۶ — زُلف بر دوشِ تبانِ دل ستاں دانی کہ چیست؟ ‏/ دام را بر دوشِ خود صیاد اکثر می نہد

۶۷ — پہنچی بساعدِ تو عجب خوش نمار سید ‏/ دانم کہ دست بستہ باین مدعا رسید

۶۸ — زانگشتِ تو خوبی ہا بخود انگشتری دارد ‏/ بگردِ حلقہ اش گردم، عجب زیبا وری دارد

۶۹ — زر دنیک پیچہ با بروے تو اُلفت دارد ‏/ گُلِ صد برگ باین برگ محبّت دارد

۷۰ — حوض با سروِ سہی در باغ زیب افزا بود ‏/ مہ پرستانِ چمن را ساغر و مینا بود

۷۱ — خیال بود ز مُدت کہ مہ پرست شوم ‏/ حنائے پائے تو ای گُل حنا پرست نمود

۷۲ — جھومر از الفت مو ناز مہیّا دارد ‏/ ایں شب تار ہمیں عقد ثُریّا دارد

۷۳ — ایں کرن پھول بگوشِ تو شگفت است چنیں ‏/ کہ بحسرت گُلِ خورشید نگہ مے دارد

۷۴ — رحم کن بر نزاکتِ بازو ‏/ اند کے نرم بند بازو بند

۷۵ — نورتن، ای نو گُلِ پُر ناز، بر بازوے تو ‏/ نہ چساں گفتن ہا بجا صد ناز بر خودے کند

۷۶ — وید آرامِ دلم بالہ بہ جُنبش آمد ‏/ یافت بے تابیِ جاں، خالِ سیہ تسکیں داد

۷۷ — جز فسونگر نتواں گفت کہ ایں مارِ سیہ ‏/ گیرد آں طور با فسوں کہ بہ پشت آویزد

۷۸ — زینتِ ایں دُرِ دندانِ مسی مالیدہ ‏/ پیشِ چشم ہمہ جا صبح و مسا خواہد بود

۷۹ — چناں فزود جبینِ تو شانِ افشاں را ‏/ کہ وصفِ رفعتِ او تا کجا بیاں گردد

لہ گُل وغیرہ

عرق آمد بجبینِ تو بایں آب، گرزو ۸۰ گر شود چہرہ کنوں آبِ گہر آب شود
عرقِ جبہۂ تابانِ بُتاں آئینہ ایست ۸۱ کہ درو شرم وحیا چہرۂ خود مے نگرد
عرق بر عارضِ گُل رنگِ خوباں ۸۲ بہارِ شبنم و گل مے نماید
عرق آمد باں نکہت بجسم نازکت، اے گُل ۸۳ گرزو گردد خجل بوے گلابے کز عراق آید
رالکھی اگرچہ باہمگی ساز مے کند ۸۴ لیکن بحسنِ دستِ بُتاں ناز مے کند
غرورِ حُسن دریں روزِ عید گر لُطفے ۸۵ کند بحالِ غریباں، کجا بعید بود
پنبۂ عطر فشاں، کاکلِ مشکیں، و ہوا ۸۶ بوکن اے شوخ بطرزے کہ زہم فرق بود
دل فریبے در انجمن آمد ۸۷ چہ کنم از فریب بایدِ دید
در آمد جامہ زیب ایں جا بایں عزم ۸۸ کہ بزم از جلوۂ او زیب گیرد
بمحفل ایں چنیں زیبا نگارِ نازنیں آمد ۸۹ کہ از حسنِ رخِ او شمعِ لُطف آتشیں خواہد
گر از پروانہ پرسند، مے روم زیں انجمن بیروں ۹۰ بہ پیشِ روے تابانش دل او ہم چنیں خواہد
چنیں معاملہ ہم مے شود کہ صیادان ۹۱ نہند دام بشب صید را بروز کشند
شبِ وصلِ چنیں صنم، اے دل ۹۲ چہ عجب گر دراز تر گردد
ز تشریفِ تو اکنوں من بچندیں لُطف می نازم ۹۳ کہ یار آمد، دل آمد، راحت آمد، انبساط آمد
قاشے کہ بوسہ لب شیرینِ تو گرفت ۹۴ خواہم کہ بوسہ لب او تا لبم رسد
بخندید و نگاہے جانبِ من ۹۵ نمود از لُطف، و تسکینِ دلم کرد
من نہ خواہم رفت ہمراہِ تو، گفت "اے حیلہ گر، ۹۶ صید از صیادِ خود رم تا کجا خواہد نمود"
اسیرِ شہد مگس مے شود ز روے ہوس ۹۷ وگرنہ شہد مگس را بخود نمے خواہد
خاطرم زیں نوید مثلِ چمن ۹۸ درمیانِ بہار خرم شد
بتانِ نازنیں از بہرِ یاراں ۹۹ بہنگامِ کرم دریاے لُطف اند
چو آں دِل بر تبسم بر لب آورد ۱۰۰ دلِ من نیز فرحت یاب گردید

پرستندهٔ حُسن، ای نازنین ۱۰۱ دلِ دلبراں رنجه کی مے کند

چوں زدست نازہم آمد بدست ۱۰۲ گفتم: "اکنوں خاطرِ من شاد شد"

ازیں جا من همینم آرزو بود ۱۰۳ زِ لُطفِ نازنیں خوباں برآمد

لذتِ انبه خوردنِ ایں طور ۱۰۴ پیشِ من بہ ازیں سی باشد

صیدرم دارد و صیّاد فسوں مے خواند ۱۰۵ ہر کسے مصلحتِ خویش نکو مے داند،

قدرِ دشنام از لبِ خوباں ۱۰۶ دلِ مشتاق بازمے داند

خوردنِ سیب ازچنیں خوبی ۱۰۷ غیرِ لُطفِ بُتاں نمے باشد

شادم از دل که زمن رنج خود اظهار نکرد ۱۰۸ ننگه رفت ہماں طور که تکرار نکرد

خاطرم یافت از تبسّم او ۱۰۹ انبساطے که شرح نتواں کرد

گفتم که "عزم بوسه دلم دارد از لبت" ۱۱۰ گفتا: "بگیر تا دلِ تو لذّتش برد"

در چمن چوں غنچه خنداں مے شود ۱۱۱ خاطرِ بلبل گلستاں مے شود

گفتم: "ای نازنیں، چنیں ہستم" ۱۱۲ گفت: "آئینه گیر، و بیں لبِ خود"

تبسّم کردم و گفتم بآں شوخ ۱۱۳ که "خوباں درسخن حاضر جواب اند"

دلِ فگاراں را نیازے تا دلِ خود خوش کنند ۱۱۴ نازنیناں را نگاہے تا دلِ ایشاں برند

طبعِ خوباں اگر نه راه دہد ۱۱۵ پیشِ ایشاں کسے چساں آید

رخِ رنگیں ادایاں ہر گرا پیشِ نظر باشد ۱۱۶ بجا باشد که نقدِ دل بیک دیدن گجا ارزد

رخے کائینه را حیرت فزاید ۱۱۷ چنیں تصویر پیشِ او چه باشد

گفتمش: "طرفه ایں سخن ما ما گفتا: ۱۱۸ "ہر سخن را جواب مے باید"

گفتم: "ای نازنینِ گل رخسار ۱۱۹ در بُتاں لُطف و ہم عتاب بود"

تا بود طرزِ دل بری ای جاں ۱۲۰ حُسن و نازِ تو در ترقی باد

گفتم: "ای نو گلِ حدیقهٔ حُسن ۱۲۱ بلبلِ کہنه ام، تواں فہمید"

درگلشنِ حُسن ای گلِ نو	۱۲۲	سروِ تو ہمیشہ تازہ تر باد
بگفتم: "مانعِ ہمراہ بودن	۱۲۳	حیا باشد" تبسم زیرِ لب کرد
چو بشنید این سخن آں سروِ سیمیں	۱۲۴	تبسم کرد و ہمراہِ خودم بُرد
چو گفت آں شرم گیں این حرف با من	۱۲۵	دل و دینم نثارِ شرمِ او شد
فریبِ ناز و ادائے بُتاں کہ می داند	۱۲۶	مگر کسے کہ برایشاں نثار مے باشد
گفتم: "ای نازنیں، چنیں طیبت!"	۱۲۷	گفت: "مثلِ ظرافتت باید"
گر نمایند لُطف محبوباں	۱۲۸	بر مُحبّانِ خود عجب نبود
گفتم: "ای جاں، قُدومِ محبوباں	۱۲۹	ہمچنیں؟" گفت: "ہمچنیں باشد"
گفتم: "ای جاں، زگفتنِ این حرف	۱۳۰	غرض آن است تا بمن[1] بدہد
گفتم: "ای جاں، با متحاں" فرمود:	۱۳۱	"از پسِ امتحاں چہ خواہد بود"
گفتم: "ای زیبِ دل براں، دلِ من	۱۳۲	برہمیں آمدن فدائے تو شد"
گفتمش: "جز نگاہِ محبوباں	۱۳۳	بر دلم این چنیں کہ لطف کند"
گفتم: "ای جاں، دریں چہ عرض کنم	۱۳۴	خوب باشد اگر بہ[2]ہم باشد"
عجب نبود مرادِ من اگر ای جاں چنیں باشد	۱۳۵	تراہم از خدا بستن چہ خواہش غیرِ این باشد
ہر کرا امتحانِ این معنی[3] است	۱۳۶	ہرچہ گوید ہماں بجا باشد
دل فریباں چساں چنیں نکنند	۱۳۷	حُسن از بہرِ دل بری باشد
خرامِ نازِ بُتاں گرچہ می رُباید دل	۱۳۸	قیام نیز تواں دید تا چہ مے سازد
ای گل اندام، ای پری رُخسار	۱۳۹	اُلفتِ[4] دل ہمیں نشاں دارد
در نزاکت دستِ خوباں دل فریب و دل رُبا است	۱۴۰	ہم بحُرمت پیشِ مشتاقاں سبے زیبا بود
ای مہر فزا رُخِ تو درحُسن	۱۴۱	تابندہ چو مہرِ خاوری باد

[1] دل مقدّر ہے۔ [2] رغبت مقدّر ہے۔ [3] یعنے دل ربائی۔ [4] یعنی معشوق کے دل میں انتظار کی خلش پیدا ہو جاتی ہے۔

از نسیمِ عنایتِ خوباں ۱۴۲ غنچۂ دل شگفتہ مے گردد
از چنیں دل براں حذر خوب است ۱۴۳ گفت: "خوب است، اگر تواں گردید"
گفتم کہ "رہم ز دل فریباں" ۱۴۴ گفتا: "برہی، اگر گزارند"
کسے را کہ حسنِ کسے دل رُباید ۱۴۵ پری چیست، رشکِ پری مے نماید
بچشمِ منصفی باید بریں حرفم نگہ کردن ۱۴۶ کہ مے آید پری پیشِ من ای جاں یا نمے آید
جمالِ روے تو، ای زیبِ خوباں ۱۴۷ اگر بیند پری دیوانہ گردد
از چنیں دل براں زراہِ کرم ۱۴۸ گر چنیں شد، کجا بعید بود
از چنیں دل براں چگونہ کسے ۱۴۹ حرف گوید، کہ دل بحرف برند
ای بتِ نازنیں فداے توام ۱۵۰ گفت: "آں[۱] شکوہ کی بجا باشد"
چشم گر کارِ او ہمیں باشد ۱۵۱ سر بہ ہم مہرباں نہ مے گردد
تبسم کرد و گفت آں نازنیں زود: ۱۵۲ "ہمیں کافی کہ خود را مے نمایند"
جمالِ روے تو ای مجمع کرشمہ و ناز ۱۵۳ بطبعِ اہلِ محبت سرور افزا باد
شل[۲] او عمرِ تو ہم ای گل رو ۱۵۴ در ریاضِ جہاں دراز شواد
لطفِ خوبانِ نازنیں، ای جاں ۱۵۵ نازِ اہلِ نیاز مے باشد
ظرافت از دل آرایانِ گل رُو ۱۵۶ بہارِ شادمانی مے فزاید
چوں[۳] رقم شد بقدرِ استعداد ۱۵۷ بہرِ ہر دل سرور افزا باد
مہرِ حسن از مطلع در شد پدید ۱۵۸ پیشِ مشتاقاں سحر اکنوں دمید
بایں نازک میاں ربطِ کمر بند ۱۵۹ بعزمِ آں کہ دل ہا گرد گردند
گر از لطفِ پری زاداں نوازد ۱۶۰ چساں بر اوجِ بختِ خود ننازد
بہرِ فرحت[۴] در جہاں مشہور باد ۱۶۱ ہر کہ خواند طبعِ او مسرور باد

[۱] یعنی اس کا گلہ کہ چلتے وقت یہ نہ پوچھا کہ "آپ پھر کب تشریف لائیے گا؟"۔ [۲] دوسرا فرضی معشوق جس کو مزاج سے درازیٔ عمر کی دعا دی تھی [۳] کتاب طرزِ تقریر کا [۴] بزمِ عیش

	چو از من این سخن آن شوخ بشنید	۱۶۲	ز ابرو چیں بر آورد و بخندید	
	نظیر از لطفِ حسن است این کہ ہر دم	۱۶۳	دل از فرحت بہ پیراہن نگنجد	
	نظیر از رتبۂ حسن است این زینت کہ رنگِ پاں	۱۶۴	بلطفِ لعلِ خوبانِ پری رو زیب می گیرد	
	نظیر از حسنِ وصفِ سبز رنگاں	۱۶۵	بسبزانِ بضا میں سے نماید	

ردیف ذ

مطلع

	عشق کا، دُور کرے دل سے جو دھڑ کا تعویذ	۲۵	اس دھڑاکے کا کوئی ہم نے نہ دیکھا تعویذ	

ردیف ر

نمبر ۴۰	ہرگز نہ پلائے مجھے تو آنکھ بدل کر میں کشتۂ ابرو ہوں ترا، ای مرے قاتل، تم نے تو ابھی دل سے کیا قبل ہی مجھ کو جب ہم سے خفا ہوکے ہی وہ شمع رو جاتا میں عاشقِ بے دل ہوں ترا، ہو مرے جانی، کہتا ہی نظیر اس کو ذرا پیار سے تو سوجا		ساقی ترے کوچے سے نہ جاؤں گا سنبھل کر آتے ہو لیے ہاتھ میں کیوں تیغ، مچل کر بیٹھے ہو لبیں باندھ کے باہر جو نکل کر خاموش ہو رہ جاتا ہوں پروانہ سا جل کر مت آنکھ چرا ہم سے، تو ایسا نہ خلل کر تب اُٹھ کے کھڑا ہوتا ہی وہ شوخ اُچھل کر	ف اداؤں سے

کوٹھا

نمبر ۴۱	رہے جو شب کو ہم اُس گل کے سات کوٹھے پر یہ دُھوم دھام رہی صبح تک، اہاہاہا! مکاں جو عیش کا ہاتھ آیا، غیر سے خالی گرایا، شور کیا، گالیاں دیں، دھوم مچی لکھیں ہم عیش کی تختی کو کس طرح ای جاں کمند زُلف کی لٹکا کے دل کو دے لیجے		تو کیا بہار سے گزری ہی رات کوٹھے پر کسی کی اُترے ہی جیسے برات کوٹھے پر پٹے کے چلنے لگے پھر تو ہات کوٹھے پر عجب طرح کی ہوئی واردات کوٹھے پر قلم زمین کے اوپر، دوات کوٹھے پر ف یہ جنس یوں نہیں آنے کی ہات کوٹھے پر	ف اوپر. اور

خدا کے واسطے زینے کی راہ بتلاؤ
ہمیں بھی کہنی ہے کچھ تم سے بات کوٹھے پر

لپٹ کے سوئے جو اُس گُل بدن کے ساتھ نظیر
تمام ہوگئیں حل مشکلات کوٹھے پر

کوٹھا

نمبر ۴۲

کبھی تو آؤ، ہمارے بھی جان کوٹھے پر
لیا ہے ہم نے اکیلا مکان کوٹھے پر

کھڑے جو ہوتے ہو تم آن آن کوٹھے پر
کروگے حُسن کی کیا تم دُکان کوٹھے پر

تمھیں جو شام کو دیکھا تھا بام پر میں نے
تمام رات رہا میرا دھیان کوٹھے پر

یقیں ہے بلکہ مری جان جب کہ نکلے گی
تو آرہے گی تمھارے ہی، جان کوٹھے پر

مجھے یہ ڈر ہے کسی کی نظر نہ لگ جاوے
پھرو نہ تم کُھلے بالوں سے جان کوٹھے پر

بشر تو کیا ہے فرشتے کا جی نکل جاوے
تمھارے حُسن کی دیکھ آن بان کوٹھے پر

جھمک دکھا کے ہمیں اور بھی پھنسانا ہے
جبھی تو چڑھتے ہو تم جان جان کوٹھے پر

تمھیں تو کیا ہے، ولیکن مری خرابی ہو
کسی کا آن پڑے اب جو دھیان کوٹھے پر

گو چونے کاری میں ہوتی ہے سُرخی تو ایسی
کسی کے خون کا یہ ہے نشان کوٹھے پر

یہ آرزو ہے کسی دن تو اپنے دل کا درد
کریں ہم آن کے تم سے بیان کوٹھے پر

لڑاؤ غیر سے آنکھیں کہو ہو ہم سے آہا!
کہ تھا ہمیں تو تمھارا ہی دھیان کوٹھے پر

خدا کے واسطے، اتنا تو جھوٹ مت بولو
کہیں نہ ٹوٹ پڑے آسمان کوٹھے پر

کمند زلف کی لٹکا کے اُس صنم نے نظیر
چڑھا لیا مجھے اپنے ندان[1] کوٹھے پر

نمبر ۴۳

دنیا ہے اک نگارِ فریبندہ جلوہ گر
اُلفت میں اس کی کچھ نہیں جز کلفت و ضرر

آج اُس پہ تھی کمیں، تو لگائی کل اِس پہ گھات
حسرت فزا، و ہوش ربا، و شکیب بر

ہوتا ہے آخر اُس کے گرفتار کا یہ حال
جیسے مگس کے شہد میں بھر جاویں بال و پر

[1] ندان - آخر کار - قدیم محاورہ ہے۔

سحر و فسوں وہ رکھتی ہی بہر فریبِ دل
لینے کو نقدِ عمر کے شیریں ہی مثل قند
جو اُس سے دل لگاتے ہیں آخر ہو منفعل
تو بھی جو اُس کے پاس لگا دے گا دل تو یار
میں تجھ کو اُس کے ربط سے کرتا نہ منع آہ!
تو اس مثل کو سوچ ذرا گر سفر گزیں
گر درمیانِ رہ کوئی مل جاوے باغ اُسے
بس اِس نگار خانے کو تو بھی اسی نمط
اِس حرف کو نظیر کے یوں دل میں دے مکاں

حیراں ہو سحرِ سامری بھی جس کو دیکھ کر
جب بے چکھے تو ہوتی ہی حنظل سے تلخ تر
ملتے ہیں اپنے دستِ تاسّف بیک دگر
اس نخل سے ملے گا نہ تجھے بھی یہی ثمر
لیکن کروں میں کیا تجھے درپیش ہی سفر
کرتا ہی قطع راہ کو باندھے ہوے کمر
تو چلتے چلتے دیکھتا جاتا ہی اک نظر
سیرِ مسافرانہ کر اور اُس سے درگزر
کرتا ہی جیسے نقش نگیں کے جگر میں گھر

نمبر ۴۴
رکھّی ہی گر نہ ترے رُخ نے رُخِ بدر کی قدر
عزت و قدر کی اُس گُل سے توقع ہی عبث
راستی خوار ہی اُس چشمِ فسوں پرور سے
می پرستوں میں ہی یوں ساغر و مینا کا وقار
کفش برداری سے اُس مہر کی چمکا ہی نظیر

کھوئی کاکل نے بھی آخر کو شبِ قدر کی قدر
واں نہ عزت کی کچھ عزت ہی نہ کچھ قدر کی قدر
ہاں اگر منزلتِ مکر ہی اور غدر کی قدر
جیسے اسلام میں ہو محتسب و صدر کی قدر
ورنہ کیا خاک تھی اس ذرۂ بے قدر کی قدر

[illegible]
[illegible]

مستزاد

نمبر ۴۵
یوں ہجر میں روتا ہوں میں اُس گل کے شب و روز - گریانہ و فریاد - جیسے کہ کسی وقت
یوسف کے لیے روئی تھیں یعقوب کی آنکھیں - ہر شام و سحر کو - خوناب میں بھر بھر
خط میں نے جو بھیجا اُسے با حسرتِ دیدار - لکھ خونِ جگر سے - اور داغ کی کر مُہر
تکتی رہیں جا کر مرے مکتوب کی آنکھیں - اُس رشکِ قمر کو - حسرت سے سراسر

نمبر ۴۶
پڑی ہی خاک گورستاں میں کیا کیا قدِ موزوں پر — اُگی ہی گھاس کس کس گُل بدن کے روئے گلگوں پر
وہ رکھے اینٹ چھاتی پر بزیرِ خاک سوتے ہیں — چمکتے تھے سُنہرے قصر جن کے بامِ گردوں پر

نمبر ۴۷
لن ترانی نے کیا اپنا ظہور آخرِ کار — موسی بے خود ہوے اور جل گیا طور آخر کار
قُرب سمجھا تھا جسے تو وہ ہی دُوری ای شیخ — اُسی نزدیک نے پھینکا تجھے دُور آخر کار

اُردو غزلوں سے متفرق اشعار

کتنا تنک صفا ہی کہ پاے نگاہ کا — ۳۷ — ہلکا سا اک غبار ہی چہرے کے رنگ پر
بندے کے قلم ہاتھ میں ہوتا تو غضب تھا — ۳۸ — صد شکر کہ ہی کاتبِ تقدیر کوئی اَور
گُلِ عارض شگفتہ صبح دم دیکھ اُس کا خجلت سے — ۳۹ — گیا پانی سحر کا آفتابِ ارغوانی پر
داغ مرنے کا وہی محروم جانے جس کو آہ! — ۴۰ — موت آ پہنچی شتاب اور یار آیا دیر کر

مستزاد مثلث

نمبر ۴۸
بیجرم و خطا یار نگر چشم نمائی تیوری کو چڑھا کر — اور رنجشِ بیجا سے نگر صاف لڑائی مُنھ سُرخ بنا کر
اِس جور کی کب ہم سے ہوئی عہدہ برائی - اتنی نہ جفا کر

کرتا ہوں ترے ہجر میں ای شوخ پریزاد میں نالہ و فریاد — دیتا نہیں خاطر سے تری ای ستم ایجاد - جب کوئی مری داد
پھر ہار کے دیتا ہوں میں تیری ہی دُہائی - ہاتھوں کو اُٹھا کر

دل تڑپے ہی بسمل کی طرح جی میں نہیں جی مشتاق اجل ہوں — آنکھوں میں دم آیا ہی نہیں مُنھ میں باقی چھن یا کوئی پل ہوں
لائی مجھے ظالم تری اس درجہ جدائی - بے اب تو ملا کر

سُدھ لے گئی بالے کی جھمک صبر کرن پھول - اور عقل کو بُندے — بالے کی گئی جھوک لگا سینہ میں اک ہول - دل لے گئے جھمکے
اور جی کے تئیں لے گئی زنجیر طلائی - زنجیر بنا کر

کاجل کی کھچاوٹ نے کیا دل پہ یہ طوفاں - جو ہوش اُڑایا — مستی کی دھڑی نے وہ کیا ظلم نمایاں - جو غش پہ غش آیا
ہاتھوں نے بھی اک آگ سی سینے میں لگائی مہندی کو دکھا کر

کیا اُسکی نظیر اب میں کہوں تن کی لطافت میلا ہو نگہ سے		اور اِسکے سوا اور یہ نرمی و نزاکت ٹک ناز و ادا سے

اک پھول اٹھا دے تو مُڑک جاوے کلائی - بل سیکڑوں کھاکر

نمبر ۲ تشبیبِ فارسی

بسکہ تنشیط و طرب گردید با خاطر دوچار	جلوہ گر شد در نظر صد خوش دلی از ہر کنار
یک طرف گل کرد شاخِ خرّمی وز جانبے	با ہزاراں تازگی نخلِ نشاط آمد ببار
ابتسامِ غنچۂ دل از نسیمِ انبساط	شد چناں ظاہر کہ خندد غنچۂ گل در بہار
زاستماعِ ایں نویدِ جاں فزا آمد پدید	خیلِ راحت از زمیں انبوہِ فرحت از یسار
با کمالِ شادمانی، در نگاہِ چشمِ دل	از زمیں تا آسماں شد عیش و عشرت آشکار

فارسی کے متفرق اشعار

زیں سنہری دوپٹہ صد احساں	۱۶۶	بر طلا و شہاب و ہار سنگار
در گلستاں آمدی اے نازنینِ گل عذار	۱۶۷	صد عدد احساں کشادی بر رخِ باغ و بہار
سرو را باید کہ گردِ قامتت گردد بشوق	۱۶۸	کبک را باید کہ بر پایت شود از دل نثار
حسنِ گل ہم عشقِ بلبل ہر کسے را خوش کند	۱۶۹	خاطرِ خوبان و طبعِ عاشقاں را بیشتر
اے بتِ مہ جبیں پری پیکر	۱۷۰	لمعۂ حسنِ تو قمر در بر
شبِ مہ گرچہ بہ بود، لیکن	۱۷۱	ہمرہِ مہ رخاں بود بہتر
مہوشے آمد دریں بزم از برائے آں کزو	۱۷۲	چشمِ مشتاقاں رہد از درد و رنجِ انتظار
پسندِ من چنیں شد ایں حمائل	۱۷۳	کہ مے داند دلم با دیگر چہ اظہار
گر تو باشی عاشقِ خوباں ترا از جاں چہ کار؟	۱۷۴	ور تو دل دادی بتاں را از رہِ ایماں چہ کار
بے گماں خضرِ طریقِ عشقی، اے روشن ضمیر	۱۷۵	دائما دارد دولت را نوجواں ایں چرخِ پیر
ایں سخن چوں بتِ سمن بر گفت	۱۷۶	شد دلِ من بسمن سمن بسرور
گفتم "اے جاں، مزاح مے سازم	۱۷۷	ورنہ کے مے روم بجائے دگر"

	گفتم: "ای گل عذار! چشمِ ترا	۱۷۸	نرگس اصلا نمے شود ہمسر
	ظرافت عجب کردی! ای گلِ عذار	۱۷۹	بود شاد طبعِ تو لیلِ و نہار
	بود چوں دل بران را فکرِ تسخیر	۱۸۰	بخوبی مے شود تبدیل تدبیر
	گفتم کہ "چہ؟" گفت، شوخِ عیار؛	۱۸۱	"دیوانہ بہ کارِ خویش ہشیار"
	ہر دم "نظیر" از لب و چشم پری رُخاں	۱۸۲	باشد نمودِ پستہ و بادام در نظر

ردیف ڑ

نمبر ۴۹	ای شوخ، ہر گھڑی نہ ہوس آشنا کو چھیڑ		ایسا ہی چھیڑنا ہی، تو اہلِ وفا کو چھیڑ
	چھیڑیگا جب، تو پیش نہ جاویگا کچھ فسوں		ای دل نہ اُس کے افعیِ زلفِ دوتا کو چھیڑ
	چھیڑیں تو یاد مجھکو بھی ہیں گی بہت، و لے		دل کی خوشی یہ ہی کہ نہ اُس دلربا کو چھیڑ
	رُک رُک کے اشک، چشم کے لایا ہی عنقریب		ای غنچہ لب، بس اب نہ دلِ مبتلا کو چھیڑ
	اک حرف چھیڑ کا تو صریحاً نہ کہہ نظیر		چھیڑے تو پردے پردے میں اُس پرجفا کو چھیڑ

ردیف ز

نمبر ۵۰	نظیر حضرتِ دل کا نہ کچھ کھُلا احوال		خدا ہی جانے، یہ ندرت مآب ہی کیا چیز
	جو سخت ہووے تو ایسا کہ کوہ آہن کا		جو نرم ہووے تو برگِ گلاب ہی کیا چیز

فارسی کے متفرق اشعار

	خربزہ خوردہ ام سبے ہر بار	۱۸۳	ذبایں لطفِ خندہ می آمیز
	گرچنیں اختلاط دست دہد	۱۸۴	کردہ باشم ہمیشہ خود فالیز
	طبعِ من شاد شد ز گفتنِ او	۱۸۵	زاں کہ باشد ہمیں بہ ناز و نیاز
	اگرچہ ناز وراں رمز فہم مے باشند	۱۸۶	بہ یُمنِ صحبتِ ایشاں نیاز مندان نیز
	گفتم "اے نازنینِ طرفہ جمال،	۱۸۷	خاطرم خوش بود ز حُسنِ نیاز

ردیف س

نمبر ۱۵

زلفیں یہ دو نہیں رُخِ دل بر کے آس پاس — ابرِ سیہ ہی ماہِ منوّر کے آس پاس

تجھ میں تو یہ شمیم نہ تھی، سچ کہہ ای نسیم — کس کی پھری تو زُلفِ معنبر کے آس پاس

گلشن میں جا کے پھرتا ہوں اُس قد کو یاد کر — دو دو پہر میں سرو و صنوبر کے آس پاس

رو ویں گے ہم تو دیکھیو کوچے میں اپنے یار — پانی ہی پانی ہو گا ہر اک گھر کے آس پاس

اُس شوخ کی طرف میں رقیبوں کے خوف سے — دیکھوں بھی ہوں تو، آہ! نظر بھر کے آس پاس

ہم تو کمر بندھانے کے حیلے سے پھر لیے — ٹپکے کے ساتھ ساتھ ستمگر کے آس پاس

شلِ بنیٹی آہ کا چکّر سا باندھ دوں — پھرنے دے گر وہ اپنے مجھے سر کے آس پاس

باراں ہو گرچہ، باد ہو، کچھ ہو، ہر ایک بار — پھر آنا اُس صنم کے مجھے گھر کے آس پاس

ای شمع تنگ تو دیکھ کہ پروانہ اس گھڑی — کس کس طرح پھرے ہی ترے سر کے آس پاس

اِس جاہ پر تو تجھ کو بھی لازم ہی یہ کہ اب — اُٹھ کر پھرے تو آگے ہر اک سر کے آس پاس

کیا کیا ہجوم ہوں گے محبّوں کے ای نظیر — محشر کے روز ساقیِ کوثر کے آس پاس

فرد

۱۴۱ ابھی تازہ حلقۂ زلف میں جو پھنسا ہی طائرِ دل، بھلا — اُسے رنج پہنچے ہی ای صبا تو گھڑی گھڑی نہ ہلا قفس

ردیف ش

مقطع

۱۴۲ واماندگانِ راہ تو منزل پہ جا پڑے — اب تو بھی ای نظیر یہاں سے قدم تراش

فارسی کے متفرق اشعار

۱۸۸ گُلِ نسریں بگوشِ تو چناں است — کہ صد عِقدِ گہر گردد نثارش

۱۸۹ نگر نگردید لطفِ بوسہ بمن — را حتم دست داد از بدلش

۱۹۰ ہر فریبے کہ دل براں سازند — دلِ شاں جمع باد از اثرش

	ردیف ظ	
	شعر فارسی	
کلیات نظیر	تغافل ایں قدر اے نازنیں، روانہ بود	۱۹۱	وگر زیادہ ازیں خیریت، خدا حافظ

	ردیف ع		
نمبر ۵۲ شمع	ہے ترا رخ بھی تجلی ہیں کچھ اُس نور کی شمع چشمِ بد دور اُسی رُخ سے ہوئی تھی روشن		دیکھ جس نور کو کافور ہو کافور کی شمع مشعلِ وادیٔ ایمن، شجرِ طور کی شمع

	ردیف ف		
نمبر ۵۳	ساقی یہ پلا اُس کو جو ہو جام سے واقف مستی کے سوا دَور میں اُس چشمِ سیہ کے مر کر بھی تہِ خاک نہ آسودہ ہوئے، آہ! صیاد کی اُلفت سے پھنسے آن کے ورنہ ملنے کا پیام اُس سے کہو جا کے عزیزو اَوروں سے قسم کھائیے اور ہم تو مری جاں، کوئی نہیں کرتا جو کیا تو نے نظیرؔ آہ!		ہم آج تلک مر کے نہیں نام سے واقف کافر ہو جو ہو گردشِ ایام سے واقف اے عشق نہ تھے ہم ترے انجام سے واقف تھے کاہے کو ہم اس قفس و دام سے واقف جو اُس کے نہ ہو وصل کے پیغام سے واقف ہیں خوب تمھاری قسم اقسام سے واقف دل اُس کو دیا جس کے نہیں نام سے واقف

	فارسی کے متفرق اشعار		
	گو ہر بہ گوشِ سیم براں پیشِ فہمِ من چو از من آن پری پیکر چنیں گفت	۱۹۲ ۱۹۳	ایں دُر مگر برآمدہ است از ہمیں صدف تبسم کردم و گفتم: "زہے لطف!"

	ردیف ق		
	فرد		
	بمضمونِ سردمہریٔ جاناں رقم کروں	۴۳	گر ہاتھ آئے کاغذِ کشمیر کا ورق

ردیف ل

دل

نمبر ۵۴

کب شلِ شیشہ اُنکا کسی سے برلے دل
پتھر جنھیں خدا نے دیا ہو بجاے دل

جب لے چلا وہ دل مرے پہلو سے کھینچ کر
دل سے مرے صدا یہی نکلی کہ "ہاے دل"

آوے اگر بُتاں کے تئیں رسمِ دلبری
تو تو جہاں میں پھر کہیں ڈھونڈھا نپاے دل

اتبو تری جفا سے یہ مانگوں ہوں میں دُعا
ظالم، خدا کرے کہ کہیں تو لگاے دل (ق)

اور جبپہ تو فدا ہو وہ ظالم ہو اس قدر
جو مطلقاً ترا وہ نہ خاطر میں لاے دل

تجھپر بھی چند روز تو یہ کشمکش رہے
دُر دُر اُدھر کرے وہ اور اِدھر کو ستاے دل

ناچار جیسے تجھسے چھُڑاتا ہوں دل کو میں
ایسا ہی تو بھی اُس سے لگا کر چھڑاے دل

شیدا ہوں میں تو لیلی و مجنوں کی چاہ پر
خالق نے کیا ہی خوب تھے اِنکے بناے دل

تھے اُسکے پا کے آبلے چھاتی پہ اسکی آہ
کیا اتحادِ جسم تھا اور کیا صفاے دل

ہیں یہاں بڑے جو اہل دل اکثر یہ کہتے ہیں
چھوٹا سا اک **نظیر** بھی ہر خاکپاے دل

نمبر ۵۵

تیرے بھی مُنھ کی روشنی، رات گئی تھی مہ سے مل
تاب سے تاب، رُخ سے رُخ، نور سے نور، ظل سے ظل

یوسفِ مصر سے مگر ملتے ہیں سب ترے نشاں
زُلف سے زُلف، لب سے لب، چشم سے چشم، تل سے تل

جتنے ہیں کُشتگانِ عشق، اُن کے ازل سے ہیں ملے
اشک سے اشک، نم سے نم، خون سے خون، گل سے گل

جب سے مُوا ہر کوہ کن، کرتے ہیں اُس کا غم سدا
کوہ سے کوہ، جو سے جو، سنگ سے سنگ، سل سے سل

یار ملا جب اے **نظیر** میرے گلے، تو مل گئے
جسم سے جسم، جاں سے جاں، رُوح سے رُوح، دل سے دل

نمبر ۵۶

وہ عارض اور جبیں تاباں کہ ہوں دیکھ اُس کو شرمندہ
قمر، خورشید، زُہرہ، شمع، شُعلہ، مشتری، مشعل

کفوں میں، اُنگلیوں میں، لعلِ لب میں، چشم سیگوں میں
حِنا، آفت، ستم، فندق، مسی، جادو، فسوں، کاجل

فارسی کے متفرق اشعار

صیاد و چند نگرد د چساں دریں شبِ ماہ ۱۹۴ کہ ہم مہِ فلک و ہم مہِ سپہرِ جمال

نازرا لطف گہے ایں کہ نیاز آرد دل ۱۹۵ گہ عتابے کہ ازو نیز بدست آرد دل

حُسن گر سحر کند نغمہ ہم افسوں دارد ۱۹۶ طرفہ کارے کہ ازیں ہر دو نگہ دارد دل

نمبر ۳ تعریفِ حقہ

حُقّہ آمد بہ بزمِ اہلِ جمال
تا کند طبعِ دل براں خوش حال

نیچہ سرپوش ہم چلم خوب است
واندریں جملہ خوب تر مُہنال

دُور از لب بلور و نزد یکش
مے شود از بلور لعل مثال

یعنی از حُمرت چنیں یاقوت
گاہ آں حال گاہ ایں احوال

گر شنیدے کہ حُقّہ مے آید
مے نمودے نظیر استقبال

نظیر لُطفِ جمال است ایں کہ غنچۂ طبع ۱۹۷ بوصفِ گلبدناں می شود شگفتہ چو گل

ردیف م

نمبر ۵۷

دُور سے آئے تھے ساقی سُن کے میخانے کو ہم
بس ترستے ہی چلے، افسوس! پیمانے کو ہم

مے بھی ہے، مینا بھی ہے، ساغر بھی ہے، ساقی نہیں
دل میں آتا ہے لگا دیں آگ میخانے کو ہم

کیوں نہیں لیتا ہماری تو خبر، اے بے خبر
کیا ترے عاشق ہوئے تھے درد و غم کھانے کو ہم؟

ہم کو پھنسنا تھا قفس میں، کیا گلہ صیّاد کا
بس ترستے ہی رہے ہیں آب اور دانے کو ہم

طاقِ ابرو میں صنم کے کیا خدائی رہ گئی
اب تو پوجیں گے اُسی کافر کے بُتخانے کو ہم

باغ میں لگتا نہیں، صحرا سے گھبراتا ہے دل
اب کہاں لے جا کے بیٹھیں ایسے دیوانے کو ہم؟

کیا ہوئی تقصیر ہم سے، تو بتا دے اے نظیر
تا کہ شادیٔ مرگ سمجھیں ایسے مر جانے کو ہم

نمبر ۵۸ — قسم

کبھو دیکھوں نہ سنبل باغ کو میں، مجھے اُس خمِ زلفِ دوتا کی قسم
نہ نگہ کروں عارضِ گُل کی طرف، مجھے اُس رُخِ مہر و وفا کی قسم

یوں پھرے ہی چمن کی فضا میں صبا، وہ ہزار طرح سے ہو نافہ کُشا
مرے دل کو نہ ہو کبھی اس کی ہوا، مجھے کوے صنم کی ہوا کی قسم

جو نہیں آیا ادھر کو وہ چشمِ سیہ، وہیں لے گیا دل کو بسیر نگہ
رہی عقل و خرد کو نہ جی میں جگہ، مجھے اُس بتِ ہوش رُبا کی قسم

بدن اُس کا ہی رُو کشِ برگِ سمن، مرے بر میں جو آوے وہ رشکِ چمن
کھُلے غنچۂ دل مرا گل کے نمن[1]، مجھے اُس کھُلے بندِ قبا کی قسم

ترے عشق نے دل میں درد دیا، تو کچھ اُس سے مزہ میں ایسا لیا
نہ کروں نہ کروں میں دوائیں نے کھائی ہی اب تو دوا کی قسم

لگی مہندی جو ہاتھوں میں اُس کے بیاں، تو وہ سرخی کچھ ایسی ہی لالہ فشاں
وہ شفق جو کہ صبح کو ہووے عیاں، سو وہ کھاتی ہی اُس کی حنا کی قسم

میں نے دیکھا نظیرؔ جو اُس کے تئیں، تو وہ شرم و حیا سے وہ سرو قریں
لیا نیچی نگاہوں سے جان دل و دیں، میں کہوں کیا اب اُس کی حیا کی قسم

نمبر ۵۹ — چشم

ہوں تیرے تصوّر میں، مری جاں، ہمہ تن چشم
دل ہی مرا چوں آئنہ حیراں ہمہ تن چشم

تا ایک نظر دیکھے تجھے اے مہِ تاباں
رہتا ہی سدا مہرِ درخشاں ہمہ تن چشم

آنکھوں کو ملے تا کہ ترے پانو کے نیچے
ہر نقشِ قدم سے ہی بیاباں ہمہ تن چشم

دیوانگی میری کے تحیّر میں شب و روز
ہی حلقۂ زنجیر سے زنداں ہمہ تن چشم

اُس آینہ رو کے ہی تصوّر میں، نظیرؔ، اب
حیرت زدہ نظارہ، پریشاں ہمہ تن چشم

[1] نمن بمعنی مثل و مانند۔ پُرانا لفظ ہی۔

نمبر ۶۰ حمد	اُسی کی ذات کو ہی دائما ثبات و قیام	قدیر، وحیّ، و کریم، و مُہیمن، و مُنعام	
	بروج بارہ میں لاکر رکھی وہ باریکی	کہ جس کو پہنچے نہ فکرت، نہ دانش و اوہام	
	اِدھر فرشتہ کرّوبی، اور اُدھر غلماں	قلم کو لوح پہ بخشی ہی طاقتِ ارقام	
	یہ دو ہیں شمس و قمر، اور ساتھ اُن کے یار	عطارد و، زُحل، و زُہرہ، مشتری، بہرام	
	جو چاہیں ایک پلک ٹھہریں یہ سو طاقت کیا	پھرا کریں گے یہ آغاز سے لے تا انجام	
	بشر جو چاہے کہ سمجھے اُنھیں، سو کیا امکاں	ہی جہاں فرشتوں کی عاجز عقول اور افہام	تنسیق
	نکالے اُن سے گل و میوہ شاخ و برگ و بار	سب اُس کے لُطف و کرم کے ہیں عام یہ انعام	بہار
	اُسی کے باغ سے دل شاد ہو کے کھاتے ہیں	چھُہارے، کشمکش، و انجیر، و پستہ و بادام	
	چمک رہا ہی اُسی کی یہ قُدرتوں کا نور	بہر زمان، و بہر ساعت، و بہر ہنگام	
	کہ اُس کا شکر کریں شب سے تا بروز ادا	اطاعت اُس کی بجا لاویں صُبح سے تا شام	
	نظیر، نکتہ سمجھ مہر و فضل خالق کو	اُسی کے فضل سے دونوں جہاں میں ہی آرام	
نمبر ۶۱ ملمع	دیکھے نہ مجھے کیوں کہ از چشم حقارت او	وہ سرو جواں یارو، من فاختۂ پیرم	
	چُپ بیٹھوں تو کہتا ہی: "خاموش چرا ہستی؟"	کچھ بولوں تو ہوتا ہی، آزردہ ز تقریرم	

نمبر ۴ غزل فارسی

سحر بسیرِ گلستانِ پُر بہار شدم	ز صحنِ باغ برِ یار گُل عذار شدم
چو فہم کرد کہ مے آید آں ز سیرِ چمن	بگفت "ای ز تو دل تنگ غنچہ وار شدم
تو خود قرار نمودی کہ عندلیب صفت	ز شوق بر گلِ رخسارِ تو نثار شدم
پس ایں نہ گفتن و رفتن درونِ باغ چہ بود	اگر ترا بمحبت نہ غمگسار شدم؟"
شنیدم ایں سخنِ راست از لبش چو نظیر	بروے یار چہ گویم چہ شرمسار شدم

نمبر ۵ دیگر

باز در کوے تو ای مہر فرزا آمدہ ام
حرفِ بے جا نتواں گفت، بجا آمدہ ام

خبرم ہیچ نباشد، بکُشش، اندیشہ مدار
کہ خود از بہرِ تو اندیشہ نما آمدہ ام

اوّلا کردہ ام از حیلہ دلِ خود را جمع
بعد ازاں سوے تو ای حیلہ گرا آمدہ ام

سببِ آمدن از عاشقِ بدنام مپرس
تو مگر نیک ندانی کہ چرا آمدہ ام

گر وفا را تو شناسی بمن اقرار بکن
تا بگویم کہ من از راہِ وفا آمدہ ام

قصہ کوتہ، ز تو پنہاں نتواں کردن خیر
بو فا آمدہ ام یا بریا آمدہ ام

من نظیرم تو کنوں خواہ بکش خواہ بنجش
بہرِ نظارہ ات ای مہر لقا آمدہ ام

فارسی کے متفرق اشعار

۱۹۸
کمر بندِ تو نافرمانی، و من در ہواے این
بنافرمانی ہوش و خرد بندِ کمر بستم

۱۹۹
عجب دستارِ نافرمانی ای گُل، بستۂ زیبا
چو نافرماں، اگر فرماں کنی گردِ سرت گردم

۲۰۰
یک پیچۂ گلابی داری چناں کہ ہرگز
گُل را بایں بزرگی در گلشنے نہ دیدم

۲۰۱
عجب خالِ سیہ بر عارضت، ای سیم تن، دیدم
بروے برگِ نسریں دانۂ مشکِ ختن دیدم

۲۰۲
حناے دست تو دیدم کنوں چہ کار کنم
مگر ہمیں کہ بر و لعلِ دل نثار کنم

۲۰۳
حناے دستِ نہاں در دو پٹہ بنمودی
چہ سود لعل نہفتن بہ پردۂ شبنم

۲۰۴
بانک بر بازوے تو ای سیم تن از حسن خم
مے نماید ایں کہ من ہم بانکِ بازِ طرفہ ام

۲۰۵
ترا گُل دستہ بر دست است، و من ایں نکتہ دانستم
کہ ظاہر مے کنی تا ایں قدر دل بستہ مے دارم

۲۰۶
لطف کن بر من کہ اُمید نگاہ آوردہ ام
دل پئے نذرِ تو ای چشم سیاہ آوردہ ام

۲۰۷
نگہ بر آرسی پیہم نمودی
سرت گردم نگاہے ایں طرف ہم

۲۰۸
ز دندانِ مسی مالیدۂ تو در نگاہ من
عیاں شد اندک از تابِ گہر، ہم اندک از نیلم

۲۰۹
بریں تعویذ دست تو فدا دلہاے مشتاقاں
اگر در دستِ من آید، پری تسخیر گردانم

در گلو ہیکل بہر تعویذ مے ساز دعیاں	۲۱۰	این کہ از تایید چندیں نقش این جا آمدم
من از حرفِ لبِ شیرینِ خوباں آں قدر شادم	۲۱۱	کہ در ظاہر نظیرم لیک در باطن چو فرہادم
منم چوں غنچہ تشریفیت نسیم است	۲۱۲	چساں مانندِ گلِ خنداں نگردم
چہ شد گر خستہ جاں و ناتوانم	۲۱۳	کنوں ہم تیرِ مژگاں را نشانم
چو حدِ خود بہ پندارم بہ پیش نازنیں خوباں	۲۱۴	میانِ محفلِ ایشاں ز تر بز ہم بتر باشم
از لبت ہمسری اگر مے کرد	۲۱۵	پستہ را بستہ مے فرستادم
این سخن آں صنم چو گفت بمن	۲۱۶	دل خود را بہ زُلفِ او بستم
بُتے کو قدر دانِ عاشقان است	۲۱۷	دل و جاں را نثارِ او نمودم
گفتم: "ندہم" بگفت از ناز:	۲۱۸	"البتہ چنیں، اگر نہ گیرم"
گفتم: ای نازنیں، تبسمِ تو	۲۱۹	بہرِ آں تا من آشنا باشم
گفتم: "ای نازنینِ شیریں لب!	۲۲۰	من فدائے تبسمِ تو شدم"
لبِ پاں خوردۂ بُتاں از حُسن	۲۲۱	خوش بر آورد آرزوے دلم
کسے کز دامِ خوبانِ پری رو	۲۲۲	رہا گردد، عجب آید بفہمم
اگر فریب نمودم بہ پیشِ تو ای جاں	۲۲۳	نثارِ حُسنِ توام، غیر ازیں چہ مے گفتم
ز حرف انبساط افزاے خوباں	۲۲۴	بفہمیدم کہ من نزدیک شینم
از عنایاتِ نازنیں خوبان	۲۲۵	یافتم ہرچہ بود مقصودم
نمودم قدِ خود چوگان بہ تسلیم	۲۲۶	چناں کز شلِ خود ہا گوے بُردم
مسی مالیدن آنجا مے شود خوب	۲۲۷	کہ آں ہم خوب، و آں ہم خوب، و آں ہم
بمہرِ دلبراں آید ہمیں پیوستہ از دستم	۲۲۸	نباید ناخوش از من شد کہ از اہلِ ہوس ہستم
چہ خوش از دیدنِ آں شوخ رشکِ حور گردیدم	۲۲۹	ز گلگشتِ چمن ہمراہِ او سرور گردیدم

۱؎ دل بقدر رہو۔

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
گفتم کہ "خوش فریب نمودی" بناز گفت :	۲۳۰	"با تو فریب، ہیچ نکردم، مگر کنم"
خندیدم و گفتم : "ای پری رو،	۲۳۱	دیوانۂ حُسنِ دل برانم"،
فدائے حُسنِ تو، ای گُل عذار گردیدم	۲۳۲	کہ خوب گفتی، و من نیز خوب فہمیدم
گفتم : "ای نازنینِ سحر نگاہ،	۲۳۳	من بصد جاں فدائے چشمِ توام"
من نیم این چنیں، بگفت از ناز :	۲۳۴	"من فریبِ تو خوب مے دانم"
کی تواں شد کہ آں[1] نیارد کس	۲۳۵	تابِ ایں رشک از کجا آدم
یا تبسم، یا بود چینِ جبیں	۲۳۶	ای صنم، پیشِ تو اکنوں آدم
دلم ممنونِ حرفِ خود نمودی	۲۳۷	بود حسنِ تو افزوں، ای دل آرام
چہ شد گر خستہ جان و ناتوانم	۲۳۸	کنوں ہم تیرِ مژگاں را فشانم
صفتِ خوبیش عیاں کردم	۲۳۹	وصفِ الطافِ او بیاں کردم

ردیف ن

نمبر ۶۲

مصرع اول	مصرع دوم
گر گئی ہے اُس کی مژگاں کی جھپک بیکل ہیں	کل اگر چاہے تو ہمدم اس گھڑی کچھ جھل ہیں
کچھ تو جاتا دل سے خارِ بیقراری کا خلش[2]	کاش وہ نوکِ مژہ دیتی قرار اک پل ہیں
وہ کفِ پا ہے ہمنے سہلائی ہے نازک نرم نرم	کیا جتاتی ہے تو اپنی نرمی ای مخمل ہمیں
اُس پریرو کی گلی میں یا نہاں یا آشکار	جس طرح سے ہو سکے، ای ہمنشیں لیچل ہیں
ہم تو ہوں کیفی ترے، پر کیا کریں، ای چشمِ یار	ہوش میں آنے نہیں دیتا ترا کاجل ہیں
دل خم ابرو کو دیتے ہیں، تو کس کس پیچ سے	دام میں لیتا ہے اُس کا کاکل کا اک اک بل ہیں
ہمتو اُس کے چاہنے والے ہیں مُدّت سے نظیر	اور نیا گنتا ہے اتبک وہ صنم چنچل ہمیں

نمبر ۶۳

مصرع اول	مصرع دوم
[3] کہتے ہیں یاں کہ "مجھسا کوئی مہ جبیں نہیں"	پیارے، جو ہم سے پوچھو، تو یاں کیا کہیں نہیں

[1] یعنی چھتری [2] لفظ خلش قُدما کی زبان پر مذکر ہی ہے۔ [3] اس طرح میں جرأت کی بھی غزل ہے مگر یہ شوخی نہیں۔

تجھسا تو کوئی حُسن میں یاں نازنیں نہیں
یوں نازنیں بہت ہیں، پہ ناز آفریں نہیں

ساقی کو جام دینے میں، اُس خوش نگہ کو آہ!
ہر دم اشارتیں ہیں کہ "اس کے تئیں نہیں"

ق

جب اُس نہیں کے کہنے سے مانے ہو وہ بُرا
آپ ہی پھر اُسکو کہتا ہوں ہنس کر نہیں نہیں

اتنا تو چھیڑتا ہوں کہ کہتا ہو جب وہ شوخ
"بندہ تو یہ سر امول خریدا نہیں، نہیں؟

ساقی تجھے قسم ہو دیے جا مجھے تو جام
یاں دم میں دم ہو ہوتی نہیں جب نہیں نہیں"

پوچھے ہو اُس سے جب کوئی قتلِ نظیر کو
کہتا ہو "ہے ہمنے مارا ہو، ہاں ہاں، نہیں نہیں"

نمبر ۶۴ آندھی

بگولے اُٹھ کے چلے تھے اور نہ تھی کچھ دیر آندھی میں
کہ ہم سے یار سے، آ ہو گئی مُٹھ بھیر آندھی میں

جتا کر خاک کا اُڑنا، دِکھا کر گرد کا چکّر
وہیں ہم لے چلے اُس گُل بدن کو گھیر آندھی میں

رقیبوں نے جو دیکھا یہ اُڑا کر لے چلا اُس کو
پکارے: "ہائے! یہ کیسا ہوا اندھیر آندھی میں!"

وہ دوڑے تو بہت، لیکن اُنھیں آندھی میں کیا سوجھے
زبس ہم اُس پری کو لانے گھر میں گھیر آندھی میں

چڑھا کوٹھے پہ، دروازے کو موندا اور کھول کر پردے
لگا چھاتی، لیے بوسے، کیا ہت پھیر آندھی میں

وہ کوٹھے کا مکاں، وہ کالی آندھی، وہ صنم گُل رو
عجب رنگوں کی ٹھہری آ کے ہیرا پھیر آندھی میں

اُٹھا کر طاق سے شیشہ، لگا چھاتی سے دلبر کو
نشوں میں عیش کے کیا کیا کیا دل سیر آندھی میں

کبھی بوسہ، کبھی انگیا پہ ہاتھ، اور گاہ سینے پر
لگے لُٹنے مزے کے منگترے اور بیر آندھی میں

مزے، عیش و طرب، لذت، لگے یوں ٹوٹ کر گرنے
کہ جیسے ٹوٹ کر میووں کے ہو دیں ڈھیر آندھی میں

رقیبوں کی میں اب خواری خرابی کیا لکھوں یارے
بھری نتھنوں میں اُن کے خاک دس دس سیر آندھی میں

کسی کی اُڑ گئی پگڑی، کسی کا پھٹ گیا دامن
گئی ڈھال، اور کسی کی گر پڑی شمشیر آندھی میں

نظیر، آندھی میں کہتے ہیں کہ اکثر دیو ہوتے ہیں
میاں، ہم کو تو لے جاتی ہیں پریاں گھیر آندھی میں

نمبر ۶۵

وہ چاندنی میں جو ٹک سیر کو نکلتے ہیں
تو مہ کے طشت میں گھی کے چراغ جلتے ہیں

چراغِ صبح یہ کہتا ہی آفتاب کو دیکھ — یہ بزم تم کو مبارک ہو ہاہم تو چلتے ہیں
فدا جو دل سے ہیں یاں شوخ سبز رنگوں پر — یہ کافر اُن کی بھی چھاتی پہ مونگ دلتے ہیں
ہوا ہوں خشک میں یاں تک کہ حضرتِ مجنون — یہ مجھ سے کہتے ہیں اور اپنے ہاتھ ملتے ہیں
کوئی تو پگڑی بدلتا ہی یار سے، لیکن — میاں نظیرؔ ہم اب تم سے تن بدلتے ہیں

نمبر ۶۶

عیش کر خوباں میں، اے دل، شادمانی پھر کہاں — شادمانی گر ہوئی تو زندگانی پھر کہاں
جس قدر پینا ہو پی لے پانی ان کے ہات سے — آبِ جنت تو بہت ہوگا، یہ پانی پھر کہاں
لذّتیں جنت کے میوے کی بہت ہوں گی وہاں — پر یہ میٹھی گالیاں خوباں کی کھانی پھر کہاں
واں تو ہاں حوروں کے گہنے کے بہت ہوں گے نشاں — ان پری زادوں کے چھلّوں کی نشانی پھر کہاں
اُلفت و مہر و محبت سب ہیں جیتے جی کے سات — مہرباں ہی اُٹھ گئے، یہ مہربانی پھر کہاں
واعظ و ناصح بکیں تو اُن کے کہنے کو نہ مان — دم غنیمت ہی میاں یہ نوجوانی پھر کہاں
جا پڑے چپ ہو کے جب شہرِ خموشاں میں نظیرؔ — یہ غزل یہ ریختہ یہ شعر خوانی پھر کہاں

نمبر ۶۷

صفائی[1] اُس کی جھلکتی ہی گورے سینے میں — چمک کہاں ہی یہ الماس کے نگینے میں
نہ تو ئی ہی نہ کناری، نہ گوکھرو، تس پر — سجی ہو شوخ نے انگیا بنت کے سینے میں
جو پوچھا میں کہ "کہاں تھی" تو ہنس کے یوں بولی: — "میں لگ رہی تھی اس انگیا موئی کے سینے میں"
پڑا جو ہاتھ مرا سینے پر، تو ہاتھ جھٹک — پکاری: "آگ لگے آہ! اس قرینے میں" (ف: اوہی)
جو اینٹھا ہی ہر تو اب ہم نہ روز آویں گے — کبھو جو آے تو ہفتے میں یا مہینے میں
کبھو مٹک، کبھو بس بس، کبھو پیالہ پٹک — دماغ کرتی تھی کیا کیا شراب پینے میں
چڑھی جو دوڑ کے کوٹھے پہ وہ پری اک بار — تو میں نے جا لیا اُس کو ادھر کے زینے میں

[1] انھی قافیوں کو ذوق نے بھی لیا ہی اُس مشہور قطعے میں جس کا مقطع یہ ہی:- موذن مرحبا بروقت بولا ✤ تری آواز مکّے اور مدینے ✤

	وہ پہنا کرتی تھی انگیا جو سُرخ لاہی کی	لپٹ کے تن سے وہ تر ہو گئی پسینے میں
	یہ سرخ انگیا جو دیکھی ہی اُس پری کی، نظیر	مجھے تو آگ سی کچھ لگ رہی ہی سینے میں
نمبر ۶۸	لیتا ہی جان میری تو میں سر بدست ہوں	ای یار میں تو کشتۂ روزِ الست ہوں
	اک دم کی زندگی کے لیے مت اُٹھا مجھے	ای بے خبر میں نقشِ زمیں کی نشست ہوں
	تو مست کر شراب سے، ای گُل بدن، مجھے	ظالم میں تیری چشمِ گلابی سے مست ہوں
	دور از طریق مجھ کو سمجھیو نہ زاہدا	گر تو خداپرست ہی مین بُت پرست ہوں
	اِن سنگ دل بتون کا گلہ کیا کروں نظیر	میں آپ اپنے شیشۂ دل کی شکست ہوں
نمبر ۶۹	تفرقہ[1] ہوتا ہی ایسا بھی گُل اندام کہیں	مے کہیں، شیشہ کہیں، ساقی کہیں، جام کہیں
	دل کی بے تابی نہیں ٹھہرنے دیتی ہی مجھے	دن کہیں، رات کہیں، صُبح کہیں، شام کہیں
	ایک دل، دیجیے کس کس کو، سبھی مانگتے ہیں	بُندے بالے کہیں، اور زُلفِ سیہ فام کہیں
نمبر ۷۰	کل نظیر آیا چمن میں اک عجب رشکِ چمن	گُل رخ، و گُل گوں قبا و گُل عذار و، گُل بدن
	مہر طلعت، زُہرہ پیکر، مُشتری رو، مہ جبیں	سیم بر، سیماب طبع، و سیم ساق و سیم تن
	نازنیں، ناز آفریں، نازک بدن، نازک مزاج	غنچہ لب، رنگیں ادا، شکّر دہاں، شیریں سخن
	تیر قد، نشتر نگہ، مژگاں سناں، ابرو کماں	برق تاز، و رزم ساز، و نیزہ باز و تیغ زن
	بے مروّت، بے وفا، بے درد، بے پروا خرام	جنگ جو، قتّالِ وضع، و سرفراز، و سر فگن
	زلف و کاکل خال و خط، چاروں کے یہ چاروں غلام	مشکِ تبّت، مشکِ چیں، مشکِ خطا، مشکِ ختن
	دوش و بر دندان و لب، چاروں سے یہ چاروں خجل	نسترن، برگِ سمن، دُرِّ عدن، لعلِ یمن

[1] مجمع الاشعار میں اس غزل کے پانچ شعر لکھے ہیں مگر دو بالکل مہمل اور بے ربط تھے اس لیے متروک ہوے —

	مُبتلا ایسے ہی خوش وضعوں کے ہوتے ہیں نظیر		بے قرار، و دل فگار، و خستہ حال، و بے وطن
نمبر ۱	جب کہ اُلٹی ہم نے تکرارِ نظر پر آستیں		کھینچ لی اُس نے رخِ رشکِ قمر پر آستیں
	اُس پری رو کے دوانے کی یہ ہے شکلِ لباس		تارِ دامن خار پر، شاخِ شجر پر آستیں
نمبر ۲	طلعتِ یوسف صباحت میں ہے لاثانی ولے		یہ نمک یہ خال وخط یہ زلف یہ ابرو کہاں
	کس طرح سنبل ہو اُن زلفوں سے اگر سر بسر		یہ لٹک، یہ بل، یہ پیچ و تاب، یہ خوش بو کہاں
نمبر ۳	یہ حُسن دی بہاراں جن دہلی آندیاں ہیں		کہ کہ طرح جگر وچ دھومان مچاندیاں ہیں
	کوئی نہ دیکھدا ہے، دیکھو ادھر تو پیارے		تم بن ہماری انکھیاں آنجھو بہاندیاں ہیں

اُردو غزلوں کے متفرق اشعار

	چھوٹا سا خال اُس رخِ خورشید تاب میں	۴۴	ذرّہ سما گیا ہے دلِ آفتاب میں
	چمن میں جب سے لب اُس غنچہ لب نے کھولے ہیں	۴۵	گلوں کے پہلو میں غنچے نہیں، پھپھولے ہیں
	میں اک اپنے یوسف کی خاطر، عزیزو	۴۶	یہ ہستی کی ساری دُکان بیچتا ہوں
	طوفاں اُٹھا رہا ہے مرے دل میں سیلِ اشک	۴۷	وہ دن خدا نہ لائے جو میں آب دیدہ ہوں
	صبح جب بول اُٹھا مُرغِ سحر گلرُوں کوں	۴۸	اُٹھ گئے پاس سے وہ، رہ گیا میں ٹٹرُوں ٹوں

غزل فارسی

نمبر ۶	نقشِ مہرت در دلِ من خوش نشست، ای نازنیں		دم بدم شوقِ مُلاقات تو ہست ما، ای نازنیں
	دل بیادِ تو ز جاں در بے قراری ہا فزوں		جاں بہ بیتابی فزوں تر از دل است، ای نازنیں
	در دِ دُوری مے نماید طُرفہ صورت ہا، تو زود		روے خود بنما بایں صورت پرست، ای نازنیں

سلہ اس غزل کے بروایت میرزا نوازش علی ۳۶ شعر ہیں۔

گر روا باشد کہ من ہر لحظہ باشم در خمار
دیگراں از چشمِ مرگونِ تو مست اے نازنیں

حرفِ عشق تو بلب ہرگز نیاورد نظیر
بودے اور اگر عنانِ دل بدست اے نازنیں

نمبر ۲ دیگر حُسن

نازو ادا و غرور داخلِ سامانِ حُسن
عشق بایں پُردلی تابعِ فرمانِ حُسن

جان و دلِ عاشقان بلبل و قمری وش اند
نیست بہارے چنیں در چمنستانِ حُسن

سرو بقدِ بتاں فاختہ ساں در نیاز
ناز بلندی بجاست ہر چہ کند شانِ حُسن

زاہدِ خلوت نشیں کرد رہا گوشہ را
دید مگر یک نظر گوشۂ دامانِ حُسن

عزم در آورد چوں بہرِ فسون و فریب
ملکِ دل از آں خود کرد، زہے آنِ حُسن

جلوہ نمود و بدل داد ہزار انبساط
ایں ہمہ لطفِ جمال، ویں ہمہ احسانِ حُسن

غنچۂ دل را نظیر خُرّم و خنداں نمود
تازہ تر و سبز تر باد گلستانِ حُسن

فارسی کے متفرق اشعار

ایں زُلفِ گُل عذاراں بہتر ز دامِ یاراں	۲۴۰	در دامِ یک دو طائر در حلقہ اش ہزاراں
بخت سبز است آں گلستاں را بفہم کاندراں	۲۴۱	سر بزیبائی کشد سروِ قدت اے دل ستاں
جائے آں[1] باشد کہ با صد ناز چوں آری قدم	۲۴۲	جائے پائے تو بود ہر دم بچشمِ بوستاں[2]
زیں فاصلہ نشینی دریافتم دو معنی	۲۴۳	خوبانِ ناز پرور دانند خوبیِ آں
اوّل ہمیں کہ دیدن از دُور روشنی را	۲۴۴	لطفے بود کہ دل را فرحت دہد فراواں
دیگر چو نرم و نازک ہستند، پس چگونہ	۲۴۵	تاب آورد نزاکت در گرمیِ چراغاں
لطفے کہ بود دل را در پیِ روئے خوباں	۲۴۶	کز طبع کسے داند جز پیرو محبوباں
گہ گام بصد شوخی، گہ جنبشِ دامانے	۲۴۷	گہ شیوۂ بے باکاں، گہ پیشۂ محجوباں
بود در زورِ دل من راون	۲۴۸	رام کردند بتاں رام کی سوں،

[1] مناسب آں باشد [2] نرگس

۲۴۹ خرمی افزا بہارِ دل فریبانِ چمن — صحبتِ رنگیں حضورِ جامہ زیبانِ چمن

۲۵۰ یک طرف در نازِ حسن زینت آرایانِ باغ — یک طرف در شورِ عشقِ بے شکیبانِ چمن

۲۵۱ چشمِ مے گوں، نگاہِ پُر افسوں — بعد ازیں سُرمہ، ہر سہ آفتِ جاں

۲۵۲ ٹیکۂ پیشانیِ تو ایں قدر زیبا گزیں — قرصِ خورشید آرزو دارد کہ گردد ہمچنیں

۲۵۳ مسی بہ رتبۂ والائے خویش مے نازد — نمود بر شبہ سلکِ گہر عجب احساں

۲۵۴ بر روئے تو عرق ز نزاکت بر آمد است — یا از نگاہِ گرم کسے، ہر دو مے تواں

۲۵۵ چناں محوِ پری روشمع رویانم کہ ای یاراں — مرا دیوانہ و پروانہ باید پیش ازیں گفتن

۲۵۶ حذر در عشق بازی کارِ خامان است ای ناداں — اگر خواہی کہ باشی پختہ، مشقِ پختہ کاری کن

(حاشیہ: فی عشق بازی کن)

۲۵۷ لُطفِ طیبت بفہمِ من آن است — کہ بود از بتانِ غنچہ دہن

۲۵۸ از فریبِ دل براں غافل نباید شد دمے — ورنگہ غافل گرا گردید نالِ دوستاں

(حاشیہ: فی غفلت گرا)

۲۵۹ گفتم: "ای نازنینِ زہرہ جبیں، — پیش ازیں ہمچنیں شود از من"

۲۶۰ گفتم: "ای جانِ جاں، ز روئے گماں — گفت: "زیں پیش شد یقیں اکنوں"

۲۶۱ گفتم: "ای نازنینِ غنچہ دہن، — ہست آئینہ چنیں دلِ من"

۲۶۲ گفتم: "ای جاں بطیبت ایں سخن ست — ور نہ کی ہمچنیں شود از من"

۲۶۳ گفتم: "ای نازنیں بجا گفتی — من بصد جاں نثارِ چشمِ بُتاں"

۲۶۴ از کہ آموختی چنیں طیبت ؟ — گفتم: "از لطفِ نازنیں خوباں"

۲۶۵ چہ گویم وصفِ دستِ نازنیناں — دلم شیدائے حسنِ دستِ ایناں

۲۶۶ مرادِ خاطرِ بلبل شعاراں — بود حاصل ز لطفِ گُل عذاراں

۲۶۷ گفتم: "ای نازنیں ز محبوباں — بسخن پیش کی تواں بُردن"

۲۶۸ کیست جز عینِ لطفِ محبوباں — کہ بر آرد مرادِ مُشتاقاں

۲۶۹ حُسن و نازِ تو بود ہر دم فزوں، ای نازنیں — اُنچہ گفتی ہمچناں من، ہر چہ گفتم ہمچنیں

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
آنچہ گفتی بسے بجا گفتی	۲۷۰	گفتم: "از لطفِ نازنیں خوباں"
دو بار روے تو دیدم ز لطفِ خندیدن	۲۷۱	ز راستی چہ قدر شاد مے شدم ای جان
از طبع نازنیناں نسیاں عجب نباشد	۲۷۲	بارے نہ یاد بودم، احسان و لطف ایناں
گرنے آدم بکوے بتاں	۲۷۳	کی نگہ کردمے بہ روے بتاں
ہر کرا دل نثار خوبان شد	۲۷۴	چوں نیاید بہ پیشِ محبوباں
سزد کہ از طلبِ نازنیں دلم سازد	۲۷۵	ہزار ناز بہ بختِ خود از شرف اکنوں
گفتم: "از لطفت، ای پری رخسار،	۲۷۶	خاطرم جمع شد کہ ہست چنیں"
مے نماید ندرتِ حسن تباں	۲۷۷	لالہ را در برگِ نافرماں نہاں
سبز چوری زمردے است گراں	۲۷۸	سر بر آور دپنجۂ مرجاں
سرتاجِ من آفتاب رویاں	۲۷۹	من از دل و جان غلامِ ایشاں
در دلِ خود چوں نباشد شادماں	۲۸۰	ہر کہ داند قدرِ نازِ دلبراں
چہ گویم بے تکلف طرفہ جا من	۲۸۱	تواں کردن بیانش تا کجا من
گفتمش: "ای زینتِ بزمِ بتاں،	۲۸۲	مے شناسم ایں ہم از بالاے آں
یکے را در میانش گلفتِ جاں	۲۸۳	یکے را در نگاہش ہر دو آساں
حسنِ شیریں لباں، نظیر، ما چنیں	۲۸۴	کہ کند وصفِ آں بیاں شیریں
عرق آلودہ پیراہن نظیر از جسم محبوباں	۲۸۵	دماغِ دل معطر مے کند، خوش صحبتِ خوباں
نظیر از حسن، خوے نازنیناں	۲۸۶	بتلخی ہم بود از شہد شیریں
ظہورِ حسن دارد آں قدر آں داورِ رنگیں	۲۸۷	کہ وصفِ آں بصد مضمونِ رنگیں خوبی گفتن

ردیف و

نمبر ۴

مصرع اول	مصرع دوم
ہمدم چھپاوے واں کوئی کیا دل کی چاہ کو	شاہد جہاں سمجھتے ہیں پہلی نگاہ کو
دکھلا حنائی دست لیا جھپ سے دین و دل	کیا دست رس ہے دیکھیے اس دستگاہ کو

	بیٹھا جو چاندنی میں تو رخ کی جھلک دکھا		خجلت تھی کون سی کہ نہ دی روئے ماہ کو
	ناصح تو راست کہتا ہے لیکن وہ کیا کرے؟		دے بیٹھے اپنا دل جو کسی کج کلاہ کو
	جھڑکی سے اُسنے ہمکو خفا دیکھ کر، کہا:	ق	"کیا ناپسند گنتے ہو اس رسم و راہ کو"
	جانے ہیں جھڑکیوں میں ہماری وہ لذتیں		جو چاہ میں سمجھتے ہیں بہتر نگاہ کو
	گر عار ہے کچھ اسمیں تمھیں، تو میاں نظیر		لے جاؤ اپنے اس دلِ عزت پناہ کو
نمبر ۷۵ مکالمہ	کہا جو ہمنے "ہمیں در سے کیوں اٹھاتے ہو؟"		کہا کہ "اس لیے تم یاں جو غل مچاتے ہو"
	کہا "لڑاتے ہو کیوں ہمسے غیر کو ہمدم؟"		کہا کہ "تم بھی تو ہم سے نگہ لڑاتے ہو"
	کہا جو حال دل اپنا، تو اُسنے ہنس ہنس کر		کہا "غلط ہے، یہ باتیں جو تم بناتے ہو"
	کہا "جتاتے ہو کیوں ہمکو روز ناز و ادا؟"		کہا "کہ تم بھی تو چاہت ہمیں جتاتے ہو"
	کہا کہ "عرض کریں ہم پہ جو گزرتا ہے"		کہا "خبر ہے ہمیں، کیوں زباں پہ لاتے ہو؟"
	کہا کہ "روٹھے ہو کیوں ہمسے کیا سبب اسکا؟"		کہا "سبب ہے یہی، تم جو دل چھپاتے ہو"
	کہا کہ "ہم نہیں آنے کے یاں" تو اُسنے نظیر		کہا کہ "سوچو تو کیا آپ سے تم آتے ہو؟"
نمبر ۷۶ بسنت	نکلے ہو کس بہار سے تم زرد پوش ہو		جسکی نوید پہنچی ہے رنگِ بسنت کو
	وی بر میں اب لباس بسنتی کو جیسے جا		ایسے ہی تم ہمارے بھی سینے سے آلگو
	گر ہم نشے میں بوسہ کہیں دو تو لطف سے		تم پاس منھ کو لا کے یہ ہنس کر کہو کہ "لو"
	بیٹھو چمن میں، نرگس و صد برگ کی طرف		نظارہ کر کے عیش و مسرت کی داد دو
	سنکر بسنت مطرب زریں لباس سے		بھر بھر کے جام پھر مئِ گلرنگ کے پیو
	کچھ قمریوں کے نغمہ کو دو سامعے میں راہ		کچھ بلبلوں کا زمزمۂ دل کشا سنو
	مطلب یہ ہے نظیر کا یوں دیکھکر بسنت		ہو تم بھی شاد دل کو ہمارے بھی خوش کرو

نمبر	مصرع		مصرع
نمبر ۷۷	مہ ہو اگر جوئے شیر، تم بھی زری پوش بن		دودھ چھٹی کا اُسے یاد دلانے چلو
	آینۂ ماہ کو لعلِ لب اپنے دِکھا		چشمۂ کافور میں آگ لگانے چلو
	تم ہو سِہِ چارِ وہ، چار قدم رکھ کے آج		بدرِ فلک قدر کی قدر گھٹانے چلو
نمبر ۷۸	دل جن کو دیا تا م تلک اُن کا نہ پوچھا بطن		تکلیف نہ ہو تا لبِ[1] ریحاں نفسوں کو
	گو آتش گل بھڑکی ہو، پر یہ نہیں توفیق		پھونکے جو اسیرانِ چمن کے قفسوں کو
نمبر ۷۹	خط کے رُخساروں پر اُس گل کے جو تحریریں ہیں دو		ہو یہ وہ مُصحف کہ جس کے ساتھ تفسیریں ہیں دو
	فے الحقیقہ فیض جذب عشق سے باہم ہیں ایک		لیلی و مجنوں کی گو ظاہر ہیں تصویریں ہیں دو
نمبر ۸۰	تیر نگہ کو راہ ادھر دیکھ بھال دو		لکڑی سے پہلے تاڑنے والوں کو ٹال دو
	ڈالی سمیت گُل کو اُٹھایا تو ہو، و لے		پہنچے میں نازکی ہو بس اب اس کو ڈال دو
	تلوار اُس کے ابرو نے کھینچی، میاں نظیر		دل تم بھی دو بدو ہی کے سانچے میں ڈھال دو
	اُن ابرووں کے تو بھی مقابل نہ ہو سکیں		بالفرض آسمان پہ اگر ہوں ہلال دو

اُردو غزلوں کے متفرق اشعار

مصرع	شمار	مصرع
ڈر ہم کو بناوٹ کی اداؤں کا نہیں ہو	۵۴	وہ آن غضب ہو جو خداداد کوئی ہو
سرچشمۂ بقا سے ہرگز نہ آب لاؤ	۵۵	حضرت خضر، کہیں سے جا کر شراب لاؤ

فارسی کے متفرق اشعار

مصرع	شمار	مصرع
رُخِ او گوئے بُرد از نسریں	۲۹۸	شاہدش کیست؟ خالِ عارضِ او
ای پری زاد، انچہ شد از من	۲۹۹	نہ کنم بیش ازیں ز گفتن تو
طالعِ آں کہ نازنیں خوباں	۳۰۰	ایں قدر لُطف ہم کنند برو

ردیف ہ

نمبر	مصرع		مصرع
نمبر ۸۱ عشق اللہ	زاہد و روضۂ رضواں سے کہو، عشق اللہ		عاشقو، کوچۂ جاناں سے کہو عشق اللہ

[1] یہ ترکیب اضافت کی قدما میں جائز ہو چنانچہ میر کا ایک شعر ہو سے کوئی بھی اس طرح سے اپنے جی پر کھیل جاتا ہو ✦ مگر بازیچہ سمجھے میر عشقِ خُردسالوں کو ۔

جسکی آنکھوں نے کیا بزمِ دو عالم کو خراب
کوئی اُس فتنۂ دوراں سے کہو عشق اللہ
یارو دیکھو جو کہیں اُس گلِ خنداں کا جمال
تو مرے دیدۂ گریاں سے کہو عشق اللہ
ہیں جو وہ کشتۂ شمشیر نگاہِ قاتل
جا کے اُن گنجِ شہیداں سے کہو عشق اللہ
آہ کے ساتھ مرے سینے سے نکلے ہے دُھواں
اے بتاں مجھ دلِ بریاں سے کہو عشق اللہ
یاد ہیں اُسکے رخ و زلف کی ہر آن نظیر
روز و شب سنبل و ریحاں سے کہو عشق اللہ

نمبر ۸۲ عشق اللہ

نورِ حق، شافعِ اُمّت سے کہو عشق اللہ
ہر دم اُس شاہِ ولایت سے کہو عشق اللہ
یاد کر، مومنو! اُس کا وہ ہرا پیرا ہس
سبزۂ باغِ امامت سے کہو عشق اللہ
لشکرِ شام کو للکار کے تنہا وہ لڑا
گوہرِ درجِ شجاعت سے کہو عشق اللہ
پر سوا حق کی رضا اُس نے نہ کچھ دم مارا
اُس جواں مرد کی ہمت سے کہو عشق اللہ
ہیں زمانے میں یہی بارہ امام اے یاراں
سب ہر اک صاحبِ عزت سے کہو عشق اللہ
راہِ مولیٰ میں خوشی ہو کے دیا اپنا سر
اِن شہیدوں کی شہادت سے کہو عشق اللہ
مال و جاں دولت و گھر بار تلک بخش دیا
اُس سخی دل کی سخاوت سے کہو عشق اللہ
دل میں خوش بیٹھے ہوئے کرتے ہیں اللہ اللہ
ان جوانوں کی قناعت سے کہو عشق اللہ
کہیں ہیں باطنی لوٹے ہیں عبادت کے مزے
دوستو اُن کی عبادت سے کہو عشق اللہ
چاہیں اکسیر کریں خاک کو ہر دم لے لے
اُن کی سب کشف و کرامت سے کہو عشق اللہ
گہ سخن عشق کا پھر سب کو سُناتا ہے نظیر
اُس کے سب حرف و حکایت سے کہو عشق اللہ

نمبر ۸۳ عید

ہم سے تو آج بھی نہ ملا وہ نگار، آہ!
ہم عید کے بھی دن رہے اُمیدوار، آہ!
ملنا تو اک طرف ہے عزیزو، کہ بھر نظر
پوشاک کی بھی ہم نے نہ دیکھی بہار، آہ!
تھی آس عید کی، سو گئی وہ بھی، دوستو
اب دیکھیں کیا کرے دلِ اُمیدوار، آہ!

	ہر عید میں ہمیں تو سدا یاس ہی رہی جس عید میں کہ یار سے ملنا نہ ہو نظیر		کافر کبھی نہ ہم سے ہوا ہم کنار، آہ! اُس کے اُوپر تو حیف ہے "اور صد ہزار آہ	اُس پر ہزار لعن
		مطلع		
	غم نہیں گر دل بری سے دل کو لے جاتا ہے وہ	۵۱	پاس میرے تب تو آتا ہے جو دل پاتا ہے وہ	
نمبر ۸۴	تری وہ شان کی رفعت ہے یا رسولؐ اللہ وہ نورِ دیدۂ احمدؐ کہ جس کے رُتبے کی		کہ لامکاں نے کہا "لا الٰہ الا اللہ" حدیثِ بضعۃ منّی، ہے دو جہاں میں گواہ	
		اُردو غزلوں کے متفرق اشعار		
	مصحفِ رُخ پہ ترے ابروے پیوستہ نہیں	۵۵	مو قلم سے یہ قُدرت نے لکھا "بسم اللہ"	
	تا ابد آزاد ہیں دام و قفس کے جور سے	۵۶	بُلبلِ تصویر و طاؤسِ خیالِ آئینہ	
		فارسی کے متفرق اشعار		
	سُرخ دستار بتِ خوش قدِ زیبا بستہ	۲۹۱	بر سَرِ سرو عیاں ساختہ خوش گُل دستہ	
	فصلِ بہار گرچہ فزاید جمالِ باغ	۲۹۲	لیکن ز شانِ قُدرتش آں ہم نمونہ	
	بہ شوقِ دیدنت بے باک یا ترسیدہ ترسیدہ	۲۹۳	بہر صورت دریں جا آمدم پُرسیدہ پُرسیدہ	
	طلب شرط است در دل ای صنم با حُسنِ تابندہ	۲۹۴	بکثرت شُہرہ دارد در جہاں جُویندہ یابندہ	
	فدائے پائے تو گردم کہ شورِ پایلِ تو	۲۹۵	دلانِ بے خبر افتادہ را کند آگاہ	
	ہوش و دلِ من از نگہے صید ساختہ	۲۹۶	ایں است آں مثل کہ بیک گز دو فاختہ	
	گفتم: "ای نازنیں، بس است ایں ہم"	۲۹۷	گفت: "تا خوشش ز آمدن شُدہ"	
		ردیف ی		
نمبر ۸۵ بسنت	ملکو صنم سے اپنے ہنگامِ دل کشائی سنتے ہی اُس پری نے گُل گُل شگفتہ ہوکر		ہنس کر کہا یہ ہمنے "ای جاں بسنت آئی" پوشاک زر فشانی اپنی وو ہیں رنگائی	

جب رنگ کے آئی اُسکی پوشاکِ پُر نزاکت
سرسوں کی شاخ پُر گل پھر جلد اک منگائی

اک پنکھڑی اُٹھا کر نازک سی اُنگلیوں میں
رنگت کو اُسکی اپنی پوشاک سے ملائی

جسدم کیا مقابل کسوت سے اپنے اُسکو
دیکھا تو اُسکی رنگت اُسپر ہوئی سوائی

پھر تو بصد مسرّت اور سو نزاکتوں سے
نازک بدن پر اپنے پوشاک وہ کھپائی

چمپے کا عطر مل کر سو قطع سے پھر خوشی ہو
سیمیں کلائیوں میں ڈالے کڑے طلائی

بن ٹھن کے اِس طرح سے پھر راہ لی چمن کی
دیکھی بہارِ گلشن بہرِ طرب فزائی

جس جس روش کے اوپر جا کر ہوا نمایاں
کس کس روش سے اپنی آن و ادا دکھائی

کیا کیا بیان ہو جیسے چکی چمن چمن میں
وہ زرد پوشی اُسکی، وہ طرزِ دلربائی

صد برگ نے صفت کی، نرگس نے بے تامّل
لکھنے کو وصف اُسکا اپنی قلم اُٹھائی

پھر صحن میں چمن کے آیا بحُسن و خوبی
اور طرفہ تر بسنتی اک انجمن بنائی

اُس انجمن میں بیٹھا جب ناز و تمکنت سے
گلدستہ اُسکے آگے ہنس ہنس بسنت لائی

کی مُطربوں نے خوش خوش آغازِ نغمہ سازی
ساقی نے جامِ زرّیں بھر بھر کے مے پلائی

دیکھ اُسکو اور محفل اُسکی نظیرؔ ہردم
کیا کیا بسنت آکر اُسوقت جگمگائی

نمبر ۸۶ دیوالی

دوستو کیا کیا دیوالی میں نشاط و عیش ہے
سب مہیا ہے جو اس ہنگام کے شایاں ہے شے

اس طرح ہیں کوچہ و بازار پُر نقش و نگار
ہو عیاں حُسنِ نگارستاں کی جنسے خوب رے

گرم جوشی اپنی باجامِ چراغاں لطف سے
کیا ہی روشن کر رہی ہے ہر طرف روغن کی مے

مائلِ سیرِ چراغاں خلق ہر جا دمبدم
حاصلِ نظارۂ حُسنِ شمع رویاں پے بہ پے

عاشقاں کہتے ہیں معشوقوں سے با عجز و نیاز
"ہے اگر منظور کچھ لینا تو حاضر ہیں روپے"

گر مکرّر عرض کرتے ہیں تو کہتے ہیں وہ شوخ
"ہمسے لیتے ہو میاں تکرار و حجّت تا بکے"

کہتے ہیں اہلِ قمار آپس میں گرمِ اختلاط
"ہم تو ڈب میں سو روپے رکھتے ہیں تم رکھتے ہو کے"

نمبر			
	جیت کا پڑتا ہی جسکا دانوں وہ کہتا ہی یوں		سنو سے دست راست ہی میرے کوئی فرخندہ پی"
	ہی دسہرے میں بھی یوں گو فرحت و زینت نظیر		پر دیوالی بھی عجب پاکیزہ تر تیوہار ہی
نمبر ۸۷	خوشی دو چند تمھیں سیر ماہتاب میں ہی		جلو میں چاہنے والے قمر رکاب میں ہی
	لیا ہی ہمسے دل اور دیں بھی ہو طلب کرتے	ق	دل اس تقاضے سے اپنا تو پیچ و تاب میں ہی
	کہا کہ "دفتر حُسنِ پریرخوں کی نظیر،		تمھیں خبر نہیں، یہ بھی اسی حساب میں ہی"
نمبر ۸۸	تھے آگے بہت جیسے خوش ای یار ہمیں سے		ایسے ہی تم اب رہتے ہو بیزار ہمیں سے
	ہیں سب سے تو ای ماہ اشارات، و لیکن		رہتی ہی پھری ابروے خمدار ہمیں سے
	محفل میں جو دیکھا تو اِدھر تم ہو خفا اور		ساقی کو بھی ہی حُجت و تکرار ہمیں سے
	اوروں سے جو کہتے ہو کہ "ہم اُنسے ہیں ناخوش"		اُسکو تو فقط کرنا ہی اظہار ہمیں سے
	گلگشتِ چمن کرتے ہو جب ہمرہِ یاراں		واں بھی غرض آتی ہی تمھیں عار ہمیں سے
	اقرارِ ملاقات ہی ہر اک سے بصد مہر		کی غور تو ہیگا تمھیں انکار ہمیں سے
	سمجھے گا جو رتبے کو نظیر، اہلِ وفا کے		تو ملنے لگے گا وہ طرحدار ہمیں سے
نمبر ۸۹	نہ سرخی غنچۂ گُل میں ترے دہن کی سی		نہ یاسمن مین صفائی ترے بدن کی سی
	میں کیوں نہ پھولوں، کہ اُس گلبدن کے آنے سے		بہار آج مرے گھر میں ہی چمن کی سی
	یہ برق ابر میں دیکھے سے یاد آتی ہی		جھلک کسی کے دوپٹے میں نورتن کی سی
	گلوں کے رنگ کو کیا دیکھتے ہو، ای خوباں		یہ رنگتیں ہیں تمھارے ہی پیرہن کی سی
	جو دل تھا وصل میں آباد تیرے ہجر میں آہ!		بنی ہی شکل اب اُسکی اُجاڑ بن کی سی
	تو اپنے تن کو نہ دے نسترن سے اب تشبیہ		بھلا، تو دیکھ یہ نرمی ہی تیرے تن کی سی؟

	تراجو پاؤں کا تلوا ہی نرم مخمل سا	صفائی اُسمیں ہی کہیے تو نسترن کی سی
	نظیر، ایک غزل اس زمین میں اَور بھی لکھ	کہ اب تو کم ہی روانی ترے سخن کی سی
نمبر ۹۰	نہیں ہوا ہیں یہ بو نافۂ ختن کی سی	لپٹ ہی یہ تو کسی زلف پُر شکن کی سی
	میں ہنسکے اِس لیے مُنھ چومتا ہوں غنچے کا	کہ کچھ نشانی ہی اِسمیں ترے دہن کی سی
	خدا کے واسطے گُل کو نہ میرے ہاتھ سے لو	مجھے بُو آتی ہی اسمیں کسی بدن کی سی
	ہزار تن کے چلیں بانکے خوبرو لیکن	کسی میں آن نہیں تیرے بانکپن کی سی
	مجھے تو اُسپہ نہایت ہی رشک آتا ہی	کہ جسکے ہاتھ نے پوشاک تیرے تن کی سی
ق	کہا جو تمنے کہ "منکا ڈھلا تو آؤنگا"	ہی بات کچھ نہ کچھ اِسمیں بھی مکروفن کی سی
	وگرنہ سچ ہی تو ای جان اتنی مُدّت میں	یہی بس ایک کہی تمنے میرے من کی سی
	وہ دیکھ شیخ کو لاحول پڑھ کے کہتا ہی:	"وہ یہ آئے دیکھیے ڈاڑھی لگا کے سن کی سی"
	کہاں تو اور کہاں اُس پری کا وصل نظیر	میاں تو چھوڑ یہ باتیں دِوانہ پن کی سی
نمبر ۹۱	دیکھکر کُرتی گلے میں سبز دھانی آپ کی	دھان کے بھی کھیت نے اب آن مانی آپ کی
	کیا تعجب ہی اگر دیکھے تو مُردہ جی اُٹھے	چین سینے کی ڈھلک پیڑو پہ آنی آپ کی
	ہمتو کیا ہیں، دل فرشتے کا بھی کافر چھین لے	ٹک جھمک دکھلا کے پھر اِنگیا چھپانی آپ کی
	آپڑے دو سو برس کے مردۂ بیجان میں جان	جسکے اوپر دو گھڑی ہو مہربانی آپ کی
	اک لپٹ کُشتی کی ہمسے بھی تو کر دیکھو ذرا	ہاں بھلا ہم بھی تو جانیں پہلوانی آپ کی
	دیکھو کہنا مانو مت خالی سلائی سے رکھو	ورنہ کوسیگی بہن یہ سُرمہ دانی آپ کی
	پچھلے غیروں پاس تو وہ خاتم زرای نگار	ہی ہمارے پاس بھی ابتک نشانی آپ کی
	وقت تو جاتا رہا پر بات باقی رہ گئی	ہی یہ جھوٹی دوستی اب ہمنے جانی آپ کی

ہمنے بھیجا تمکو تم کہتے ہو یاں پہنچا نہیں" — "کھا گئی شاید وہ کٹنی میری جانی آپ کی
ایک شب ای جانِ جاں گھر میں مرے رہجایئے — حال پر بندے کے ہوگی مہربانی آپ کی
کیا عجب صورت رقیبِ روسیہ کی دیکھکر — خوف سے حالت ہوئی ہو پانی پانی آپ کی
ایک عالم کوہکن کی طرح سر پھوڑیگا اب — گر اسی صورت رہی شیریں زبانی آپ کی
کیا ہمیں لگتی ہو پیاری جب وہ کہتی ہو نظیرؔ — "ہو سیاں کچھ ان دنوں نا مہربانی آپ کی"

نمبر ۹۲

دیکھ عقدِ ثریا ہمیں انگور کی سوجھی — کیوں بادہ کشو ہمکو بھی کیا دُور کی سوجھی
موسےٰ کے تئیں گو شجر طور کی سوجھی — پر ختمِ رسالت کو بہت دور کی سوجھی
ہمنے تو اُسے دیکھ کے جانا کہ پری ہو — پریوں نے جو دیکھا تو اُنھیں حور کی سوجھی
غش کھاکے گرا پہلے ہی شعلے کی جھلک سے — موسےٰ کو بھلا کہیے تو کیا دور کی سوجھی
دیکھا جو نہانے میں وہ گورا بدن اُسکا — بلور کی چوکی پہ جھلک نور کی سوجھی
سر پاؤں سے جب پھنس گئے اُس زلفِ سیہ میں — تب ہمکو سیاہی شبِ دیجور کی سوجھی
جنّت کے لیے شیخ جو کرتا ہو عبادت — کی غور جو ظاہر میں تو مزدور کی سوجھی
مصنوع میں صانع نظر آوے تو نظیرؔ آہ — نزدیک ہی کیا ہو کہ جہاں دور کی سوجھی

نمبر ۹۳

ہنسے روئے پھرے رسوا ہوئے جاگے بندھے چھوٹے — غرض ہمنے بھی کیا کیا کچھ محبت کے مزے لوٹے
کلیجے میں پھپوئے دل میں داغ اور گل ہیں ہاتھوں کے — کھلے ہیں دیکھیے ہم میں بھی یہ اُلفت کے گل بوٹے
تفاوت کچھ نہیں گلچیں میں اور بیدرد خوباں میں — جو اُسکے ہاتھ گل ٹوٹے تو اُنکے ہاتھ دِل ٹوٹے
ہزاروں گالیاں دیں پھر ذرا ہنس کر اِدھر دیکھا — بھلا اتنی تسلّی سے پھپولے دل کے کب پھوٹے
کچلتے ہو مجھے تم میں یہ مانگوں ہوں وہ عادل میں — کوئی دلبر مرے آگے تمھیں بھی خوب بھاکوٹے
زباں کی کرکے مقراض اور بنا دشنام کا کاغذ — ہمارے حق میں کیا کیا آپ نے کترے ہیں گل بوٹے

یہ کہتے ہیں کہ عاشق چھوٹ جاتا ہی اذیّت سے
جب اُسکی عُمر کو لشکر اجل کا آن کو لوٹے

ہماری رُوح تو پھرتی ہی معشوقوں کی گلیوں میں
نظیر اب ہم تو مر کر بھی نہ اس جنجال سے چھوٹے

نمبر ۹۴

دُرجِ غم میں چشم نے گوہر اُگل کر بھر دیے
اشک نے خنجل کے جنگل دم میں ڈھل کر بھر دیے

جلوہ گر محفل میں رات اُس حُسن کے شُعلے کو دیکھ
شمعدان شمعوں نے اپنے سب پگھل کر بھر دیے

کل جو تنگ رویا کسی کو یاد کر وہ گلبدن
اشک تھے آنکھوں میں یا موتی اچھل کر بھر دیے

جام کم بھرنے میں ساقی کو ذرا چھیڑا جو میں
اُس نے اک دو چار ساغر مجکو جل کر بھر دیے

ذبح کرتا تھا وہ قاتل مجھ تپش آلودہ نے
خوں میں سب دامن کے پاٹ اُسکے اچھل کر دیے

زخم شانے کے تری زلفوں نے ہاے وعدہ خلاف
آخرش لیت ولعل سے آج کل کر بھر دیے

کہتے ہیں اے باغباں جتنے کہ خالی تھے چمن
جوشِ گل نے اب کے سب وہ پھول پھل کر بھر دیے

اب ترے رونے کا عالم حد سے گزرا ہی نظیر
اشک نے تیرے تو سب جل تھل نکل کر بھر دیے

نمبر ۹۵ پری کا سراپا

رخ پری چشم پری زُلف پری آن پری
کیوں نہ اب نامِ خدا ہو ترے قربان پری

جھُمکے جھمکے وہ ثریا کے کرن پھول وہ پھول
بُندے بالے پری موتی پری اور کان پری

رشکِ خورشید جبیں ابرِ سیہ سی پٹی
لہر چوٹی کی غضب زلفِ پریشان پری

حُسن گلزار قمر شکل صُراحی گردن
مہ جبیں سیب ذقن چاہِ زنخدان پری

مار غمزہ کی بلا تیر نگہ دشٹ[۱] سناں
تیغ ابرو کی ستم ترکشِ مژگان پری

مُسکرانے کی ادا جیسے چمک بجلی کی
آن ہنسنے کی قیامت لب و دندان پری

آنکھ مستی کی بھری شوخ نگاہیں چنچل
قہر کاجل کی کھچاوٹ مسی و پان پری

بینی اور نتھ کا وہ عالم کہ چھدے دل جس سے
حور جُگنی کی جھلک گوہرِ غلطان پری

[۱] دِشٹ ہندی زبان میں نگاہ کو کہتے ہیں۔ اس لفظ کا استعمال بعض اور نظموں میں بھی ہوا ہی۔

دُھکدھکی چاندسی جُگنوں بھی سِتاروں کی شال   عطرداں طُرفہ وہ توڑے بھی درخشان پری
چاک سینے کا غضب، صاف بدن موتی سا   انگیا تصویر سی، کرتی کا گریبان پری
پُشت گُلبرگ شکم سیم، کمر تارِ نگاہ   سانِ بلّوز گلاوٹ میں ہر اک ران پری
گھیرا پشواز کا وہ جس کے کناری قرباں   چال آفت کی نشاں، جُنبشِ دامان پری
کیا کہوں اُس کے سراپا کی میں تعریف نظیر   قدپری، دھج پری، عالم پری، اور شان پری

نمبر ۹۶

لو نہ ہنس ہنس کے تُم اغیار کے گُل دستوں سے   اتنی ضد بھی نہ رکھو اپنے جگر خستوں سے
فندقیں بزم میں دیکھ اسکے سرانگشتوں کی   رشتۂ ربط نے لی رہ کفِ گُل دستوں سے
رُوبرو ہووے نہ چشمانِ بُتاں سے ای دل   ڈرتے رہنا ہی مُناسب ہی سیہ مستوں سے
دستِ صیّاد سے چھوٹے تو اُچھل پڑ در پڑ   ورنہ کیا فائدہ ای آہوے دل جستوں سے
پیش جاتی نہیں ہرگز کوئی تدبیر نظیر   کام جب آن کے پڑتا ہی زبردستوں سے

نمبر ۹۷
در صنعت واسع الشفتین

آیا نہیں جو کر کر اقرار ہنستے ہنستے   جُل دیگیا ہی شاید عیّار ہنستے ہنستے
اتنا نہ ہنس دل اُس سے، ایسا نہو کہ چنچل   لڑنے کو تجھ سے ہووے تیّار ہنستے ہنستے
لیکر صریح دل کو وہ گلعذار، یارو   ظاہر کرے ہی کیا کیا انکار ہنستے ہنستے
ہنس ہنس کے چھیڑ اُس کو زنہار تو نہ ای دل   ہوگا گلے کا تیرے یہ ہار ہنستے ہنستے
ہنسنے کی آن دکھلا، لیتا ہی دل کو گلرو   کرتا ہی شوخ یارو یہ کار ہنستے ہنستے
جُھنجلا کے حال دل کا کہنا نہیں روا ہی   لائق یہاں تو کرنا اِنکار ہنستے ہنستے
دستار سُرخ سجکر طُرّہ زری کا رکھکر   ق   آیا جو دل کو لینے دلدار ہنستے ہنستے
آنکھیں لڑا کے اُس نے ہنسکر نگہ کی ایسی   جو لے گیا دل آخر خونخوار ہنستے ہنستے
آیا ہی دیکھنے کو تیرے نظیر ای گل   دکھلا دے ٹک تو اُس کو دیدار ہنستے ہنستے

نمبر ۹۸

لگایا دام زلفوں کی شکن نے پیچ نے بل نے
بنایا پان نے رنگ، اور سنبھالا سحر کاجل نے

مرا دل دیکھتے ہی اُس صنم کو ہوگیا شاداں
لگا ہیں دم بہ دم سو عیش و عشرت سے نگیں پلنے

کبھی خوش ہو کے ہُو ہُو کی، کبھی بولا "اہاہاہا"
عجب لوٹے مزے اُس وقت نظاروں کی اٹکل نے

نہ بولا مُنھ سے ہرگز دیکھ کر وہ خوش دلی میری
مگر کچھ کچھ تبسّم کی شکر لب سے لگا ملنے

سُبھے کر جل سے غافل، بھولی صورت کا بنا نقشا
کیا اک بار مُنھ غصّے میں سرخ عیّار اچپل نے

اب اس ظالم کے ہاتھوں سے بچاؤں کیوں کر اپنا جی
اُٹھا کر جھٹ قدم واں سے لگا گھر کی طرف چلنے

چلا ڈرتا جو آگے کو تو وہ پھر ہنس کے یوں بولا:
"اڑا کر مفت نظارے بچا اب تم لگے ٹلنے"

ادب سے یوں کہا: "اب تو ہوئی تقصیر یہ مجھ سے"
لگے قطرے پسینے کے مرے مُنھ سے وہیں ڈھلنے

لگے غمزے لگانے تیر ادھر دکھلا کے سو پھرتی
اُدھر سے تیغ ابرو کی بھی پھر کیا کیا لگی چلنے

ادھر آنکھوں کے جادو نے بنایا باولا کیا کیا
اُدھر کیں پھرتیاں کیا کیا نگاہوں کی بھی چھل بل نے

دکھا کر مجھ کو اپنی واں زبردستی کے یہ نقشے
وہیں دل لے لیا جھٹ پٹ نظیرؔ اُس شوخ چنچل نے

نمبر ۹۹
موتی

بھرے ہیں اُس پری میں اب تو یارو سر بسر موتی
گلے میں، کان میں، نتھ میں جدھر دیکھو اُدھر موتی

کوئی بندوں سے مل کر کان کے نرموں میں ملتا ہے
یہ کچھ لذت ہے جب اپنا چھداتے ہیں جگر موتی

وہ سُمرن موتیوں کی اُنگلیوں میں جب پھراتی ہے
تو صدقے اُس کے ہوتے ہیں پڑے ہر پور پر موتی

وہ ہنستے ہیں تو کھلتا ہے جواہر خانۂ قدرت
ادھر لعل اور ادھر نیلم، اِدھر مرجاں اُدھر موتی

سراپا موتیوں کا پھر تو اک گچھا وہ ہوتی ہے
کہ کچھ وہ خشک موتی، کچھ پسینے کے وہ تر موتی

فلک پر دیکھ کر تارے بھی اپنا ہوش کھوتے ہیں
پہن کر جس گھڑی بیٹھے ہے وہ رشکِ قمر موتی

جو کہتا ہوں "ارے ظالم ٹک اپنا نام تو بتلا"
تو ہنس کر مجھ سے یوں کہتی ہے وہ جادو نظر "موتی"

کڑے سونے کے کیا، موتی بھی اُس کے پانو پڑتے ہیں
اگر باور نہ ہو، دیکھو ہیں اُس کے کفش پر موتی

وہ دریا موتیوں کا ہم سے روٹھا ہو تو پھر یارو
بھلا کیوں کر نہ برساوے ہماری چشم تر موتی

تبسّم کی جھلک میں یوں جھمک جاتے ہیں دانت اُس کے
کسی کے یک بیک جس طور جاتے ہیں بکھر موتی
نظیر اس ریختے کو سن وہ ہنس کر یوں لگی کہنے
"اگر ہوتے تو میں دیتی تجھے اک تھال بھر موتی"

نمبر ۱۰۰
غفلت و بے خبری

جب انکھ اُس صنم سے لڑی تب خبر پڑی
غفلت کی گرد دل سے جھڑی تب خبر پڑی
پہلے کے جام میں نہ ہوا کچھ نشہ تو آہ!
دل بر نے دی تب اُس سے کڑی تب خبر پڑی
لائے تھے ہم تو عُمر بِتایاں لکھا[1] دیے
جب سیاہی پر سُفیدی چڑھی[1] تب خبر پڑی
ڈاڑھیں لگیں اُکھڑنے کو، دنداں ہوئے شہید
مجلس میں چل بچل یہ پڑی تب خبر پڑی
بن دانت بھی ہنسے یہ جب آنکھیں چلیں تو آہ!
جب لاگی آنسوؤں کی جھڑی تب خبر پڑی
شہتیر سا وہ قد تھا، سو خم ہو کے جُھک گیا
گرنے لگی کڑی یہ کڑی تب خبر پڑی
پنجا دکھایا شیر نے تو بھی یہ سب سمجھے جھوٹ
جب چاب لی گلے کی نڑی تب خبر پڑی
کپڑے بدل کے عطر لگا، پہن پھول ہار
نکلی سواری، دُھوم پڑی تب خبر پڑی
جب آئے اُس گڑھے میں نظیر، اور ہزار من
اوپر سے آکے خاک پڑی تب خبر پڑی

نمبر ۱۰۱
معرفت

جو تو کہتا ہے، اے غافل! "یہ میرا ہے یہ تیرا ہے"
یہ جس کا ہے اُسی کا ہے، نہ تیرا ہے، نہ میرا ہے
تو اوّل سوچ تو دل میں کہ تو ہے کون اور کیا ہے
نمازی ہے، شرابی ہے، اُچکا ہے، لُٹیرا ہے
فرشتہ ہے، پری ہے، دیو ہے، یا آدمی، جن ہے
بلا ہے، بھوت ہے، یا سُن، مزورا، یا کمیرا ہے
تری کیا ذات ہے، کیا نام ہے، کیا کام کرتا ہے
مسافر بے وطن ہے، یا ترا اس جا پہ ڈیرا ہے
جب ان چیزوں سے تو اپنے تئیں کچھ چیز ٹھہرا دے
تو اُسکے بعد پھر کہیو "یہ میرا ہے یہ تیرا ہے"
یہ چیزیں تو غرض کیا ہیں، تو اپنا ہی نہیں مالک
تجھے، او بے خبر ناداں، یہ کس غفلت نے گھیرا ہے
تو نکمے سوت کا دھاگا، عبث بل پیچ کھاتا ہے
یہ سب وہم غلط ہے، اور قصورِ فہم تیرا ہے

[1] ذوق نے بھی ایک جگہ اس فعل کو اسی طرح موزوں کیا ہے۔ اُس کا مشہور مطلع ہے ؎ جھمکے ہے ترے ماتھے پہ جھومر کا پڑا چاند ؛ لا بوسہ چڑھے چاند کا وعدہ تھا چڑا چاند۔

تو کیا جانے کہ تجھ کو کس نے کس چرخے میں کاتا ہے
تو کیا جانے کہ تجھ کو کس اٹیرن میں اٹیرا ہے

تماشا ہے، مزا ہے، سیر ہے کیا کیا، آہا ہا!
مصوّر نے عجب کچھ رنگ قدرت کا بکھیرا ہے

ترقی میں تنزل ہے، تنزل میں ترقی ہے
اندھیرے میں اُجالا ہے، اُجالے میں اندھیرا ہے

طلسماتِ حقیقی ہے، یہ کچھ سمجھا نہیں جاتا
یہی چاند اور یہی سورج، یہی شام اور سویرا ہے

نظیر اللہ اللہ! اس جہاں میں دم غنیمت ہے
کہاں ہم اور کہاں پھر تم، کوئی دم کا بسیرا ہے

نمبر ۱۰۲

ہم تو عاشق ہیں ترے ناز اُٹھانے والے
تم سے کم دیکھے ہیں محبوب ستانے والے

بند کر قیدِ محبت میں خبر میری نہ لی
دام میں جس کے پھنسے دام چھڑانے والے

کل شبِ وصل میں کیا جلد کٹی تھیں گھڑیاں
آج کیا مر گئے گھڑیال بجانے والے

کل جو رستے میں مُلاقات ہوئی تو یہ کہا
کہاں جاتے ہو طرح دار جلانے والے

گزری مُدت کہ مرے ساتھ پلٹنے نہیں آئے
کیا ہوئے یار دو گلے ہم کو لگانے والے

یوں تو اوقات گزرتی ہے مزے داری میں
نہ ملے چین مزے دار دکھانے والے

اب کے ملنا ہو نظیر اُس سے تو کہنا جا کے
کیا ملیں ہم نہ رہے یار بلانے والے

نمبر ۱۰۳
گٹھری

کسی کی چھین نہ لی ہم نے چاہ کی گٹھری
نظر پڑی نہیں ہرگز نباہ کی گٹھری

پس از وفات نہ آئے ہماری تُربت پر
بجائے سبزہ رکھی لا کے کاہ کی گٹھری

مژہ سے اُس کی پڑا ہے مقابلہ، یارب
ادھر یہ دل ہے، اُدھر ہے سپاہ کی گٹھری

تمھارے طُرّۂ رہ زن نے چھین لی سرِ شام
متاعِ صبر اسی داد خواہ کی گٹھری

حضور میں تری رحمت کے جُھک نہیں سکتا
کہ سر پہ ہے مرے بارِ گناہ کی گٹھری

رکھے ہے کون، جنوں، وادیِ محبت میں
بغیر آبلہ پا زادِ راہ کی گٹھری

بہم ہوا تھا جو کچھ یاں طوافِ کعبہ سے
کرشمے نے وہ بتوں کے تباہ کی گٹھری

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم	حاشیہ
	کوئی تو غرق ہی بحرِ فراق کا یاں شوخ	نہیں حباب یہ ہی سوز و آہ کی گٹھری	
	اُبھار سینے پہ اُس کے کچُوں کا ہی بارے	یہ شاہِ حُسن کے ہی خیمہ گاہ کی گٹھری	
	پڑا ہی ناز و ادا کا بہم جو یہ لشکر	بجا ہی گر کہیں گردِ سپاہ کی گٹھری	
	زمیں، نظیرؔ، نہیں گرم، اس میں ہی کیا خاک	مگر بزورِ طبیعت بناہ کی گٹھری	
نمبر ۱۰۴	دیر سے آج جو نکلے بتِ ذی شان کئی	لے گئے صبر کئی، دیں کئی، ایمان کئی	دل
	اتنا رویا ہوں کہ اب لختِ جگر کے یارو	ڈھیر ہیں چشم سے لے تا سرِ دامان کئی	
	اب تو ٹک مُنہ کو دکھا، یار، کہ نرگس بن کر	نکلے ہیں خاکِ چمن سے ترے حیران کئی	
	اُس کے دامن سے لگوں، پانو پڑوں، ساتھ چلوں	خاک ہوں، تو بھی مرے دل میں ہیں ارمان کئی	
	آخر آیا ہی تو گلشن میں بھی ٹک اب تو چل	یاں بھی رہتے ہیں ترے چاک گریبان کئی	
	پان کھا کھا نہ ہنس اس حد جہ تو ای دشمنِ جاں	ابھی بھر جائیں گے خون میں لب و دندان کئی	
	نظر آتے ہیں مجھے اُس کی گلی میں دن رات	ٹکڑے ٹکڑے کئی، بسمل کئی، بے جان کئی	
	جاں کر گورِ غریباں میں قیامت نہ مچا	ابھی سوتے ہیں ترے بے سر و سامان کئی	
	بادشا کو نہ لکھا رقعہ کبھی جس نے نظیرؔ	اُس شہِ حسن کے آئے مجھے فرمان کئی	
نمبر ۱۰۵	بالفرض اگر ہم ہوے حوّا کے شکم سے	آدم کے تئیں پوچھیے: "یہ کس کا جنا ہی"	
	حکمت کا اُلٹ پھیر نہیں جن کی نظر میں	وہ کہتے ہیں غافل: "یہ بقا ہی وہ یہ فنا ہی"	
	اک اُس کی دوا سمجھی نہیں جاتی نظیرؔ آہ!	کچھ زور ہی معجون کا نسخہ یہ بنا ہی	
نمبر ۱۰۶	زلف[1] ہو بر سرِ احساں، تو گرفتار کرے	چشم کی عینِ عنایت ہو، تو بیمار کرے	

[1] یہ شعر داسوختِ امانت میں کسی مقام پر بجنسہ موجود ہی۔ غالباً توارد ہی۔

نمبر	مصرعِ اوّل	مصرعِ ثانی
	تیغِ ابرو کی نوازش ہو تو ہو زخم حصول	شورِ لبِ زخم کو چاہے، تو نمک زار کرے
نمبر ۱۰۷	پکارا قاصدِ اشک آج فوجِ غم کے ہاتھوں سے سنو، میں خوں کو اپنے ساتھ لے آیا ہوں اور باقی	ہوا تاراج پہلے شہرِ جاں، دل کا نگر پیچھے چلے آتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے لختِ جگر پیچھے
نمبر ۱۰۸	کب آہ وہ کر سکتے ہیں دل کی تپشوں سے ہو چرب زباں سے نہ پری رویوں کی تسخیر	صحبت ہی جنھیں حُسن کے نازک منشوں سے یہ لوگ جو ملتے ہیں تو دل کی کششوں سے
نمبر ۱۰۹	ہستیاں نیستیاں یاں بھی ہیں ایسی ہے جیسے بے زری، فاقہ کشی، مفلسی، بے اسبابی	وہ کمر اور وہ دہاں، کچھ نہیں اور سب کچھ ہے ہم فقیروں کے بھی ہاں کچھ نہیں، اور سب کچھ ہے
نمبر ۱۱۰	تن دیکھئے جس گُل کا جاں چھوڑ کے تن نکلے یہ نقش ہیں چیچک کے مُنھ پر عرق آلودہ	وہ سیم تن اس تن سے کس طور نہ تن نکلے یا حسن کی صافی سے قطرے کئی چھن نکلے
نمبر ۱۱۱	بقا ہماری جو پوچھو، تو جوں چراغِ مزار ملو جو ہم سے تو مل لو، کہ ہم بنوکِ گیاہ	ہوا کے بیچ کوئی دم ارہے رہے نہ رہے مثالِ قطرۂ شبنم ارہے رہے نہ رہے
نمبر ۱۱۲	آدم اک دمڑی کی ُحقیا کو رہے عاجز سدا غور سے دیکھا تو اب یہ وہ مثل ہے اے نظیر	ہم کو کیا کیا پیچواں اور گڑگڑی پر ناز ہے "باپ نے پدڑی نہ ماری، بیٹا تیر انداز ہے"
نمبر ۱۱۳	کھجوری[1] چوٹی ادا میں موٹی، جفا میں لمبی وفا میں چھوٹی	ہر اس سے کھوٹی کہ دل ہر اک کا ہر اک لٹک میں لٹک رہا ہے

[1] اس غزل مسلسل لطیفہ کے اشعار اور بھی ہیں جو خوش طبع ارباب نشاط کی زبانی اکثر مضحک طور پر مجالس میں سنے گئے ہیں۔ مگر اس وقت حاضر نہیں۔

وہ نیچی کا فرِ سیاہ پٹّی، نہ دل کے زخموں پہ باندھے پٹّی
پڑھی ہی جس نے کہ اس کی پٹّی، وہ پٹّی سے سر ٹپک ہا ہی

اُردو غزلوں کے متفرق اشعار

مرتا ہی جو محبوب کی ٹھوکر پہ نظیر آہ	۵۴	پھر اُس کو کبھی اور کوئی لت نہیں لگتی
مُنھ زرد، وآہِ سرد، ولبِ خشک، وچشمِ تر	۵۵	سچی جو دل لگی ہی، تو کیا کیا گواہ ہی
بیٹھے بٹھائے خلد میں ابلیس نے، نظیر	۵۶	کیا دم دیا ہی حضرتِ آدم کو. دیکھیے
جھنکی نکلتی ہیں اشکوں کی شیشیاں، یارب	۵۷	ہمارے سینے میں کس شیشہ گر کی بھٹّی ہی؟
چمک ہی، درد ہی، کوندن پڑی ہی، ہوک اُٹھتی ہی	۵۸	مرے پہلو میں کیوں، یارو، یہ دل ہی یا کہ پھوڑا ہی؟
ہو کے خفا اور تیوری چڑھا کر بولی میں اپنی کہا، نظیر	۵۹	آپن نے جد گھالی تھی نہیں بن ٹھن ادھو کا بن چھپیے
گئی گزری اپنی وہ مے کشی، لگی جب سے آگ فراق کی	۶۰	یہ جلے ہی دل سو کباب ہی، یہ سرشکِ چشم شراب ہی
مری اس چشمِ تر سے ابرِ باراں کو ہی کیا نسبت	۶۱	کہ وہ دریا کا پانی اور یہ خونِ دل ہی برساتی
عشق پھر رنگ وہ لایا ہی کہ جی جانے ہی	۶۲	دل کا یہ رنگ بنایا ہی کہ جی جانے ہی
ہیں دست وگریباں ہوں دمِ بازپسیں سے	۶۳	ہم دم، اُسے لاتا ہی تو لا جلد کہیں سے
کچھ نہ دیکھا ہم نے جز بے داد تیرے ہاتھ سے	۶۴	اے مرے بے دادگر، فریاد تیرے ہاتھ سے
وہ جب گھر سے نکلے سُچکتے سُچکتے	۶۵	قدم بھی اُٹھائے جھجکتے جھجکتے
باتیں ہمارے دل کی کہہ دیں، نظیر، اُس نے	۶۶	ہی سچ تو یوں کہ دل کو ہوتی ہی راہ دل سے

نمبر ۸ غزلِ فارسی

مدام خوش دل وسرور وشادماں باشی	ہمیشہ ملتفتِ حالِ دوستاں باشی
دلم زمہرِ تو گردست کامِ جاں حاصل	تو ہم بکامِ دلِ خویش کامراں باشی
بسے زحسن و وفاے تو شاد وخرسندم	تو ہم بصد طرب وعیش تو اماں باشی
بیاد آوری مخلصان وہم رازاں	میانِ اہلِ وفا شہرۂ زماں باشی
دگر زیادہ چہ گفتن ازیں کہ مے خواہد	ترا چنانکہ دلِ دوستاں چناں باشی

فارسی کے متفرق اشعار

ے شود از سہ شبِ مہتاب ظاہر در جہاں	۲۹۸	ماہِ روے نازنیناں را بود ایں چاندنی
نہد صوفی گلابی بہرِ صہبا	۲۹۹	ز دستارے چنیں گہری گلابی
نمایاں از مےِ گلگوں نبسے از خود فراموشی	۳۰۰	بہاے بادہ در دستِ خریدارانِ مدہوشی
در دلِ من چیست زیں چمپا کلی	۳۰۱	آں کہ باشد ہندے او بے کلی
عجب ایں چہرۂ خوش باندھنوں، ای گلِ گنوں بسنی	۳۰۲	تبسم در صفت زاں کس کہ گوید باندھنوں بستی
ازیں چوری پسند من صداے	۳۰۳	نخواہد شد بغیر از چوری بنگری
ولے دارم وفا کیش و جفا کش	۳۰۴	اگر گیرند خوباں از نگاہے
گفتم از دل "خجل شوی ہر جا	۳۰۵	پیش ازیں گر سرِ ہوس داری"
ایں سخن چوں بگفت آں طنّاز	۳۰۶	گفتم: "ای نوجواں ما تو بہ یسر شوی"
چساں در دل نگردد خرّم و شاد	۳۰۷	مراد آں کہ حاصل شد بزودی
اگرچہ برف بسر ما گرفتہ ام بسیار	۳۰۸	ولے نہ خوردہ ام ای نازنیں بایں خوبی
زلعلِ دل براں پان و مسی را	۳۰۹	بود حاصل بہارِ دل فریبی
گفتم: "ای جاں، دل از تو بستانم"	۳۱۰	گفت: "وقتے کہ دل ستاں باشی"
گفتم: "ای دل برِ پری رخسار،	۳۱۱	من اسیرِ توام" بجا گفتی"
گفتم: "ای نازنینِ غنچہ دہن،	۳۱۲	سخنے طرفہ دل نشیں گفتی"
تبسم کرد و لطف و مہربانی	۳۱۳	دلم شد ہم قرینِ شادمانی
بہارِ حسنِ تو، ای زیبِ خوباں،	۳۱۴	بود ہر دم فزوں در باغِ خوبی
عیاں عشرت، نظیر، از نامِ ہولی	۳۱۵	بخوش وقتی زہے ہنگامِ ہولی!
بوصفِ حسن خوش تقریر باشی	۳۱۶	تو ہم در عشقِ خوباں پیر باشی

قصیدے
نمبر ۱

یہ جواہر خانۂ دنیا جو ہے باآب و تاب — اہلِ صورت کا ہے دریا، اہلِ معنی کا سراب

وہ مطلا قصر رنگیں وہ منقش بام و در — جن کی رنگینی سے تھا قصرِ ارم کو پیچ و تاب

وہ عظیم الشاں مکاں، دیتی تھیں جن کی رفعتیں — ہنس کے طاقِ آسماں کو طاقِ ابرو سے جواب

صحن میں بستاں سرا ایسی پُر از غلمان و حور — جن کی انہاروں میں جائے آب و گل خالص گلاب

اُن میں تھے وہ صاحبِ ثروت جنھیں کہتی تھی خلق — کیقباد، و قیصر، و کیخسرو، و افراسیاب

مہروش بہرام صولت، بدر قدر و چرخ رخش — مشتری ہمت، ثریا بارگہ، کیواں جناب

وہ تجمل، وہ تموّل، وہ تفوق، وہ غرور — وہ تحشم، وہ تنعم، وہ تعیش، وہ شباب

ہر طرف فوجِ بتاں، ہر سو ہجومِ گل رخاں — جن کے عارض رشکِ ماہ و رشکِ روئے آفتاب

چشمک و آن و اشارات و ادا و سرکشی — طنز و تعریض و کنایت غمزہ و ناز و عتاب

صبح سے لے شام تک اور شام سے تا صبح — متصل رقص و سرود و پے بہ پے جام و شراب

ساقی و مطرب، ندیم و مستی و مے خوارگی — ساغر و مینا گل و عطر و مے و نقل و کباب

کثرتِ اہلِ نشاط و جوشِ نوشا نوشِ مے — از زمیں تا آسماں شورِ نے و چنگ و رباب

وہ بہاریں، وہ فضائیں، وہ ہوائیں، وہ سرور — وہ طرب، وہ عیش، کچھ جس کا نہیں حد و حساب

یا تو وہ ہنگامۂ نشاط تھا، یا دفعتہً — کر دیا ایسا کچھ اس دورِ فلک نے انقلاب

جو وہ سب جاتے رہے دم میں حباب آسا، مگر — رہ گئے عبرت زدہ وہ قصرِ ویران و خراب

تھا جہاں وہ مجمعِ عالی وہاں اب ہے تو کیا؟ — نقشِ سمِ گور یا کہنہ کوئی پرِ عقاب

ہیں اگر دو خشت باہم، تو لبِ افسوس ہیں — اور جو کوئی طاق ہے، تو صورتِ چشمِ پُر آب

خواب کہیے اس تماشے کو نظیر اب یا خیال — کچھ کہا جاتا نہیں، واللہ اعلم بالصواب

نمبر ۲

کیا کاسہ مو کیجیے اس بزم میں ای ہم نشیں ۔ دورِ فلک سے کیا خبر پہنچے گا لب تک یا نہیں

یہ کاسۂ فیروزہ گوں ہی شیشہ بازِ پرفنوں ۔ جتنے حیل ہیں اور فسوں سب اس کے ہیں زیرِ نگیں

ہوا عتماد اس کا کسے ہی شیشہ بازی یاد اسے ۔ رکھتا ہی شاد اک دم جسے کرتا ہی پُر اندوہ گیں

کل دامنِ صحرا میں ہم گزرے جو وقتِ صبح دم ۔ اک کاسۂ سر پُر الم آیا نظیرؔ اپنے دہیں

بُولا بفریاد و فغاں کیا دیکھتا ہی او میاں ۔ تھے ہم بھی سر بر آسماں گو اب تو ہیں زیرِ زمیں

گل برگ سے نازک بدن سر پانو سے رشکِ چمن ۔ زرّیں و سیمیں پیرہن دل کش مکانوں کے مکیں

دن رات ناز و نعمتیں مہ طلعتوں سے صحبتیں ۔ عیش و نشاط و عشرتیں ساقی قران مطرب قریں

باغ و چمن پیشِ نظر بزمِ طرب شام و سحر ۔ ہر سو بکثرت جلوۂ حسنِ بتانِ نازنیں

اک آسماں کے دور سے اک گردش فی الفور سے ۔ اب سوچیے گا غور سے در لحظہ آں در لمحہ ایں

سنتے ہی جی تھرا گیا رخسار پر اشک آگیا ۔ دل عبرتوں سے چھا گیا خاطر ہوئی بس سہمگیں

اس میں سر اپنا ناگہاں ہر مو ہوا مثلِ زباں ۔ بولا نظیرؔ آگہ ہو ہاں من نیز روزے ہمچنیں

نمبر ۳ ہنس

آیا تھا کسی شہر سے ایک ہنس بچارا ۔ ایک پیڑ پہ صحرا کے کیا اُس نے گزارا

رہتے تھے بہت جانور اُس پیڑ کے اوپر ۔ اُس نے بھی کسی شاخ پہ گھر اپنا سنوارا

دیکھا جو اُسے[ف۲] طائروں نے حسن میں خوش رنگ ۔ وہ ہنس لگا سب کی نگاہوں میں پیارا

باز و لگڑ و باشہ[ف۳] و شاہیں ہوئے عاشق ۔ شکروں نے بھی شکر سے کیا اُس کا مدارا

کچھ لال چڑے پودنے بِدّے ہی نہ غش[ف۴] تھے ۔ پِڈری بھی سمجھتی تھی اُسے آنکھ کا تارا

زاغ[ف۱] و زغن و طوطی و طاؤس کبوتر ۔ سب کرنے لگے اُس سے[ف۵] محبت کا اشارا

جتنے[ف۶] تھے غرض جانور اُس پیڑ کے اوپر ۔ اُن سب[ف۷] نے محبت میں دل اُس ہنس سے ہارا

ف۱ بعض نسخوں میں یہ شعر پہلے ہی اور کچھ لال چڑے الخ پیچھے۔

ف۲ طیوروں نے

ف۳ جرّہ

ف۴ نہ تھے عاشق

ف۵ کی

ف۶ جتنے غرض اُس پیڑ پہ بیٹھے تھے پرندے

صحبت جو ہوئی ہنس[ف۱] میں اور جانوروں میں ۔۔۔ اک چند ہوا[ف۲] خوب محبت کا گزارا

اُس ہنس کو جب ہو گئے دو چار مہینے ۔۔۔ اک روز وہ یاروں کی طرف کہہ کے پکارا

تو یار و ہم[ف۳] اب چلتے ہیں کل اپنے وطن کو ۔۔۔ "یہ پیڑ[ف۴] مبارک رہے اب تم کو تمھارا"

اس بات کے سُنتے ہی جو ہر اک کے اُڑے ہوش ۔۔۔ بولے[ف۵] کہ "یہ فرقت نہیں اب ہم کو گوارا

ہم جتنے ہیں سب ساتھ تمھارے ہی چلیں گے ۔۔۔ یہ درد تو اب ہم سے نبجائے[ف۶] گا سہارا"

اتنے[ف۷] میں شب کوچ ہوئی صبح نمودار ۔۔۔ پر اپنا ہوا پر جو ہیں اُس ہنس نے مارا

سب[ف۸] ساتھ اڑے اُس کے جو تھے یار ہوا خواہ ۔۔۔ ہر ایک نے اُڑنے کے لیے پنکھ پسارا

کوئی[ف۹] تین کوئی چار کوئی پانچ اُڑا کوس ۔۔۔ کوئی آٹھ کوئی نو کوئی دس کوس[ف۱۰] یہ مارا

دس کوس اُڑے پر[ف۱۱] جو ہوئی ماندگی غالب ۔۔۔ پھر پر میں کسی کے نہ رہا قوت و یارا

کوئی یاں رہا کوئی واں رہا کوئی رہ گیا ناچار[ف۱۲] ۔۔۔ کوئی اور اڑا اُن میں[ف۱۳] جو تھا سب سے کرارا

چیلیں گریں کوے گرے اور باز تھکے[ف۱۴] بھی ۔۔۔ اُس پہلی ہی منزل میں کیا[ف۱۵] سب نے کنارا

سب بیٹھ[ف۱۶] رہے ساتھ کے ساتھی جو نظیر آہ ۔۔۔ آخر کے تئیں ہنس اکیلا ہی سدھارا

مثنویاں

نمبر ا سیر دریا

تمہید

یک زماں از بحرِ عشرت زائے دہر ۔۔۔ آگئی دریاے خاطر میں یہ لہر

یعنے ٹک دریا کی جانب جائیے ۔۔۔ دو گھڑی واں دل کو خوش کر آئیے

آپڑا جب یہ ارادہ دھیان میں ۔۔۔ جا پڑا اول شوق کے عمان میں

جی طلب کا سر بسر گھر ہو گیا ۔۔۔ لُجّۂ خواہش سمندر ہو گیا

ہر طرف سے دل سے کے ہو کر دوبدو ۔۔۔ جوش میں آیا محیط آرزو

ف۱ ہنس کی اُن
ف۲ رہا
ف۳ اب ہم جاویں گے
ف۴ اب تم کو مبارک رہے یہ پیڑ
ف۵ سب بولے یہ وقت تو نہیں
ف۶ نبجاوے گا
ف۷ اس میں جو شب کوچ کی
ف۸ سب ساتھ چلے اُس کے وہ ہمراز و ہوا خواہ
ف۹ میں
ف۱۰ دو کوس اڑے تھے
ف۱۱ لاچار
ف۱۲ آگے جو تھا سب میں
ف۱۳ بھی بھاگ گئے
ف۱۴ لیا
ف۱۵ رہ گئے جو ساتھ کے ساتھی تھے

ف ترتیب میں تقدیم و تاخیر بعض نسخوں میں یہاں بھی ہے۔

آگئی کثرت میں فوجِ اشتیاق
سر سے گزری ولولے کے موجِ اشتیاق

کھینچ کر لنگر ہوس نے ناگہاں
زورقِ خاطر پہ باندھا بادبان

تند تر ہوکر تمنّا کی ہوا
لے چلی کشتی طبیعت کی بہا

لنے

صفتِ کشتی

کیوں نہ وہ کشتی رواں ہر آن ہو
شوق جس کشتی کا کشتی بان ہو

کیوں نہ وہ کشتی تپش لیتی چلے
جس کو خواہش اور طلب کھیتی چلے

کیوں نہ وہ کشتی رواں ہو مثلِ باد
جس کی ہووے آرزو بادِ مراد

کیوں نہ وہ کشتی روانی میں ہو طاق
جس کے چپو ہوں بدستِ اشتیاق

کیون نہ وہ کشتی رواں ہو تیر ساں
جس کے قبضے مین ہوس کی ہو کماں

کیوں نہ وہ کشتی ہو پرّاں آب پر
دے تمنّا جس کو ہر دم بال و پر

الغرض غالب ہوئی جب دل کی چاہ
سیل کے مانند لی دریا کی راہ

صفتِ دریا

جب نظر آیا کنارا بحر کا
اُس کے پہلو سے لگا اک دشت تھا

جی نے یہ چاہا کہ پہلے یک قلم
وصف اُس صحرا کا کر لیجے رقم

پر جو اوّل بحر کا تھا ماجرا
پہلے اُس میں ہی سخن تیرا مرا

بھا گئیں اُس کی جو طرحین خاصیاں
گیں اُسی کے آب میں غوّاصیاں

کیا کہوں ، دریا تھا وہ یا عینِ نور
جس کی اک اک موج تھی بحرِ سرور

یوں وہ آبِ صاف سے پُر نور تھا
جیسے گدلا چشمہ کافور تھا

تھا وہ کچھ حسنِ صفا پایا ہوا
جیسے آئینہ جلا پایا ہوا

تابشِ الماس کو آتے تھے بیم
قطرہ قطرہ اُس کا تھا دُرِّ یتیم

دن میں کرتا تھا وہ آبِ سیم نات
رات میں تھا چشمۂ آبِ حیات

تھی وہ کچھ نہ کی تجلّی گستری	جیسے آئینے میں ہو عکسِ پری

صفتِ شیرینیِ آب

تھی عذوبت اُس کی یہ شکّر فشاں	شہد جس کے وصف میں عذب البیان
قند ہی چپکا نہ تھا کچھ ہو کے مات	منھ سے مصری کے بھی نکلے تھی نہ بات
شربت اُس پانی کے آگے روتا تھا	دودھ بھی پانی سے پتلا ہوتا تھا
اُس کی شیرینی کی گر سنتی صفیر	بھولتی شیریں کو اپنی جوئے شیر

صفتِ خنکی و شیرینیِ آب

سردی اور شیرینی اُس میں یوں بھلی	جیسے ہو وہ برفِ شیریں کی ڈلی
اولے اُس کو دیکھ کر غش کھاتے تھے	ہونٹ شکّر کے بھی چپکے جاتے تھے

صفتِ موج

موج رکھتی ہی نزاکت سے وہ نہر	جوں کنارے کی بناوٹ میں ہو لہر
دیکھ کر اُس کی وہ چینِ دل نشیں	چُپ ہی رہ جاتی وہاں چینِ جبیں
حد تو یہ اُس موجِ چین آباد سے	بھولی تھی جعدِ مسلسل یاد سے
نیمۂ شبنم کی چُن کر آستیں	گر کوئی اُس موج کے لاتا قریں
تاب کیا جو پاس آنا جانتی	دُور ہی سے دیکھ کر چیں مانتی
جب نسیمِ صبح واں آجاتی تھی	دل میں کیا کیا اپنے لہریں کھاتی تھی
کیا کروں اُس کے تواتر کا بیاں	اس طرح ہوتی تھی پے در پے عیاں
جیسے طبعِ عیش زا سے زود زود	کرتی ہیں ہر دم نئی لہریں نمود

صفتِ حباب

ہر حباب اُس کا نزاکت جوش تھا	موج کی تھالی کا وہ سرپوش تھا
یا کہ تھی دریا نے پہنی، کر کے چاہ	سر پہ شبنم کی فقط سادی کُلاہ

یا ہوا نے قصد کر کے خواب کا
درجِ سیمیں ہوش اُس پر کھوتا تھا
کس نے دیکھا اُس سوا بہتا ہوا
کس نے غیر از اُس کے دیکھیں تھالیاں
تھی ہوا اُس میں وہ کچھ خوبی بھری
تھا تنک اتنا کہ وار اور پار سے
کیا کہوں اُس کی صفائی اور چمک
موتیوں پر غم کے اولے پڑتے تھے
اب کہوں خوبی میں اُس کی تا کجا

تھا وہ بے چوبہ بنایا آب کا
گنبدِ گردوں تصدّق ہوتا تھا
آب پر اُلٹا کٹورا سیم کا
آب پر چینی کی اُلٹی پیالیاں
جس طرح ہوتی ہے شیشے میں پری
خوف رکھتا تھا نگہ کے بار سے
کاسۂ بلور جاتا تھا دمک
دل میں شیشے کے پھپولے پڑتے تھے
بندھ رہی تھی دور میں اُس کی ہوا

صفتِ گرداب

گردشِ گرداب تھی اِس طور کی
سر کو فکرت کے وہیں دَور آگیا
دیکھتا گر اُس کی گردش کا کمال
کف پڑا پھرتا تھا وہ ایسا شگرف
چرخ جب کہتا کہ اُس پر ہوں نثار
اُس کی گردش میں وہ چکّر خاص تھا
بحر دیکھ اُس کی پھرت کی بیریاں
جب نظر جاتی تھی اُس میں گھرتی تھی
اب پڑوں کب تک میں اُس کے آب میں
اَور ہی مضموں کوئی لاتا ہیں گھیر
خوبیوں کو اُن کی تکتا تھا بھر

میں نے جب خوبی پہ اُس کی غور کی
ہوش کا بھی مغز چکّر کھا گیا
چاک ہوتا سینۂ چرخِ کلال
چاک کے ہمراہ جوں پھرتا ہے ظرف
تھی زبانِ موج کہتی دو دُور پار ہا
جس سے حیراں دامنِ رقّاص تھا
ناچتا تھا لے کے چکّر پھیریاں
کیا کہوں پانی میں پھرکی پھرتی تھی
کشتیِ دِل جا پڑی گرداب میں
گر نہ آجاتی طبیعت کو گھمیر
شب کو عکسِ ماہ، دن کو عکسِ مہر

ف تیزیاں
پھیریاں

صفت ماہی

ماہیاں تھیں اُس میں وہ ندرت بھری — جن کے اک اک پر کو تکتی تھی پری
تھیں وہ اُن سے حسن کی ہمراہیاں — مُشت میں جن کی حنا کی ماہیاں
آوے کب لُطف اُن کا آگاہی تلک — جن کا غُل تھا ماہ سے ماہی تلک
یوں دلِ دریا سے ہوتی تھیں عیاں — جیسے نُقطہ نون کے ہو درمیاں
ماہیِ چرخ اُن کو پاکر اچھیاں — دور سے لیتی تھی اُن کی مچھیّاں
تھا تڑپنے کی کجی میں وہ جمال — دن کو گر ہوتا تو غش کرتا ہلال
ایسی کچھ اُن کی وہ کجیاں تھیں نفیس — دیکھتا تھا جن کو نونِ خوش نویس
اُن کی کجیوں پر نظر جب لاتی تھی — برق کیا کیا دُہری ہو ہو جاتی تھی
آب تھی اُن کی کجی کے روبرو — دلبروں کی ابرووں کی آبرو
وہ کجی جب سر سے پا تک آتی تھی — نون کی گردن کی سے بن جاتی تھی
دیدۂ شوق اُن کو بھی یوں تک رہے — جیسے ماہی کی دوچشمی ہووے ہے

صفتِ صدف و ریگ

ہر صدف بلّور سے شفّاف تھی — ریگ بھی آبِ گہر سے صاف تھی

صفتِ ساحل

ساحل اُس کے وہ صفا سے ہم کنار — جس کی خوبی کا نہ تھا کچھ وار پار

صفت ذرّۂ ریگ

ریت کے ذرّے جو واں ہموار تھے — وہ بھی یکسر گوہرِ شہوار تھے

خاتمہ

اس طرح کا بحر جب دیکھا رواں — دل نے بھر لیں راحتوں کی کشتیاں
طبع میں عشرت پنا ہی آگئی — غم کی کشتی پر تباہی آگئی

نمبر ۲ خط منظوم

چمن رو، مہر سیما، سرو قامت
بہارِ گلشنِ خوبی سلامت

پس از عرضِ سلامِ اُلفت آباد
مبرہن بر دلِ عشرت قرین باد

کہ دوش آمد بگوشش این منظر را
ز ہر سو این نویدِ فرحت افزا

کہ آں رشکِ گلؔ و غیرت دہِ ماہ
بصد حشمت، بصد ثروت، بصد جاہ

بہار افزاے دولت خانہ گردید
سرِ زلفِ وطن را شانہ گردید

چو این حرفِ نشاط افزا شنیدم
بہارِ صد چمن در جوش دیدم

بحمد اللہ اُمیدِ اُلفت آمود
ہمیں بود، و ہمیں بود، و ہمیں بود

اگرچہ بہرِ وصل این بود رایم
کہ طائر ساں بپرواز اندر آیم

نہال گلشن دیدار گردم
ز باغ وصل برخوردار گردم

و لیکن کردہ ام زاں رو صبوری
کہ دارم پیشِ خود کارے ضروری

چو من کارِ ضروری پیش دارم
ز لطفِ تو چنیں اُمید دارم

کہ بہرِ یک دم از الفت شعاری
قدم بر فرق و بر چشم گزاری

بوصل خود دلم را شاد سازی
ز بندِ ہجر خود آزاد سازی

دلم را گر چنیں راحت رسانی
نخواہد شد بعید از مہربانی

پذیرفتن نہایت دل پذیر است
دو حرفِ مختصر عرضِ نظیر است

نمبر ۳ خطِ منظوم

محیطِ بخشش و بذل استقامت
ملاذ و منبعِ احساں سلامت

چو شوقِ صحبتِ رنگیں نگارم
ہمانا موجِ دریا در شمارم

مگر بعد از سلامِ اُلفت آرا
بنوکِ خامہ آرم مدّعا را

کہ امروز از برائے غُسلِ دریا
جہانے حاضر و خلقے است یکجا

چنین مجمع نباشد جاے دیگر — بجوشش آمد مگر دریاے دیگر

نظر تا مے رسد یکسر بہارست — چمن بر ساحل دریا نثارست

ز غلِ مردمان و بازیِ آب — بہر سو شوخیِ گرداب بے تاب

ز عکسِ گلِ عذاراں ما آبِ دریا — برنگِ نہرِ گلشن در نظر ہا

بساحل بسکہ مہ رُویاں عیانند — شکارِ دامِ اُلفت ماہیانند

بفرحت قطرہ زن ہر موجِ آب است — مۓ مقصود در جامِ حباب است

بہارِ حُسن و آب بحر در جوش — بہم پہلو بہ پہلو دوش بر دوش

چو بر دریا چنیں رنگیں بہار است — ولم از بہرِ آں پُر بے قرار است

دریں صورت نظر بر بے قراری — عطا سازند رتھ بہرِ سواری

چو زاں مجمع ہمہ بشاد ند امروز — کنم من ہم دلِ خود عشرت اندوز

کہ باشد دیدن عالم غنیمت — اگر یک لحظہ باشد دم غنیمت

نظیر اکنوں نہ دارد غیر ازیں یاد — کہ باشد خانۂ الطاف آباد

نمبر ۳ خط منظوم

ای مجمعِ لطف و مہربانی — وای مصدرِ مہر و قدر دانی

امروز بہ بزمِ آشنایاں — صد فرحت و عشرت است شایاں

مشغولِ سخن سخنورانند — ہم صاحبِ فہم سامعانند

گہ وصف ز کاکلِ نگار است — چنداں کہ عیاں بنفشہ زار است

وصفے کہ بہ عارض است شایاں — چوں لمعۂ مہر و مہ نمایاں

تقریر ز حسنِ ناز نیناں — عشق آورِ انجمن نشیناں

گفتار ز چشمِ غمزہ پرداز — ہر دم بفسون و سحر ہمراز

از شرح میانِ نازکِ یار — حیرت بمیانِ مو نمودار

گاہے ز بیانِ خوشِ ادایاں
صد ناز بشوخیِ فراواں

از حرف قد برنگِ شمشاد
ہر مصرعۂ بیت سروِ آزاد

اظہار ز خوبے سراپا
آراست در انجمن چمنہا

القصہ چناں خوش انجمن ہست
کز نزہتِ خرّمی چمن ہست

از خوبی و لطف ہمچو محفل
کیفیتِ طرفہ ہست حاصل

دریافتہ صحبتِ سخن را
افزائشِ زیبِ انجمن را

در خاطرم آرزوے آں است
یک لحظ نہ بلکہ ہر زمان است

کز لُطف بپاسِ مہر واُلفت
وز راہ عنایت و محبّت

ایں وقت تو نیز زود آئی
ہم شاد شوی و خوش نمائی

نمبر ۴ خط منظوم

صاحبا، الطاف سازا، مُشفقا
در جہاں باشی سلامت دائما

بعد شوقِ صحبتِ عشرت نژاد
بر ضمیرِ روشنت مکشوف باد

یاد ایامے کہ بے ایں دل فگار
رہ نکردے در دلت صبر و قرار

گر درنگے در ملاقات آمدے
بر زبانت حرفِ ہیہات آمدے

مے شدی گر لاعلاج از من جدا
گریہ مے گشتی بہ چشمت آشنا

چوں برفتے بر زباں حرفِ فراق
خاطرت مے گشت از آرام طاق

بہرِ تسکینم گزشتے بر زباں
وعدہ ہا و صد قسم بالاے آں

حیف آں مہر و وفاے بر محل
شد بایں نامہربانی ہا بدل

یعنی از روزے کہ رفتی آں طرف
تا درِ مقصودِ خود آری بکف

نہ خطے، نہ رقعۂ لطف التیام
نہ پیامے، نہ دعاے، نہ سلام

پس ہماں رافت کہ مے شد ہر نفس
شد یقیں بہرِ فریبم بود و بس

من بفهمم آں کہ باشی باوفا — زاں ندامت گشتہ بودم مبتلا
جوش زد چوں در دلم بحرِ ملال — برزباں ایں شعر آمد حسبِ حال
حیلہ گر را آشنا پنداشتم — سیم در زر را طلا پنداشتم
چوں ز فہمِ خود شدم خجلت پذیر — عقل در گوشِ دلم گفت ای نظیر
امتحاں ناکردہ کارے ساختن — خود بود خود را بدرد انداختن

نمبر ۵ خط منظوم

نامہ آں سرو قامت گل بدن — در جواب خطِ شوق آمیزِ من
در زمانِ خوش ولے اصدار یافت — غم ز خاطر رفت، و شادی بار یافت
عشرتِ دیگر کہ صد فرحت فزود — آں کہ خطش دستخطِ خاص بود
بر سرِ نامہ چو نامم آں نگار — در نظر آمد برنگ نوبہار
لطفِ او بکشاد چوں راہے بچشم — گاہ بر سر داشتم گاہے بچشم
در سر و چشم پرِ آں لطف کیش — صد کشاکش متصل شد بلکہ بیش
چوں ز چشم و سر ستانیدم بزور — شستی در خاطرم افگند شور
گہ ہراسِ آں کہ ایں رنگیں جواب — شعرِ لطف است یا حرفِ عتاب
گہ گمانِ ایں کہ آں ابرو کمان — ہست از من صاف دل یا بدگمان
گہ سرورِ صلح گہ ترسِ جلال — گہ امیدِ لطف گہ بیمِ ملال
گاہ خوف آں کہ طبعِ نازکش — گشتہ باشد از خطِ من رنج کش
گاہ رعب آں کہ در انشاے من — رفتہ باشد سہو در ربطِ سخن
الغرض لبعدِ امید و بیم ہا — برکشادم آں نگارین نامہ را
چوں نگاہ من براں گردید صرف — بود خط بحر نوازش حرف حرف
لفظ لفظش چوں بخواندم برملا — خاطرم شد جمع و ہوش آمد بجا

ہستی
مہر
بعد از

باغ جانم از طرب گُل گُل شگفت　　عشرت از ہر سُو مبارک باد گفت
آرزو دارم کز نیساں دائما　　شاد باشم از عنایت نامہ ہا
تا بود بر آسماں مہر مُنیر　　باد الطافِ تو بر جانِ نظیر

نمبر ۷ ذکر بہار و شکر پروردگار

بنازم بر الطافِ پروردگار　　کہ از قدرت آورد فصلِ بہار
بہ رنگینیِ صنعتِ او نگر　　بآرایشِ قدرتِ او نگر
کجا شکرِ او گردد از ما ادا　　بود گر زبانہا چو برگِ گیا
بود ایں ہمہ لطف از بہر آں　　کہ تا شاد گردند ازاں بندگاں
پس ای بندگاں لطفِ او بنگرید　　بمقدور شکرش بجا آورید

نمبر ۸ صفتِ اکبرآباد

بُود دائم دل باشندگاں شاد　　مُدام آباد باشد اکبرآباد
عجب خاطر پسند و دل پزیر است　　زاد فی ساکنانِ او نظیر است

نمبر ۹ صفتِ جمنا

ز جمنا عالمے صد عیش یاب است　　بخوبی خوش تر از بحرِ خوش آب است
ز آبش ماند ایں جا شلِ گلشن　　چراغِ خضر تا سازند روشن

نمبر ۱۰ صفتِ راہ

زہے عیش و عشرت زہے رسم و راہ　　کہ آید بہارے چنیں در نگاہ
چو رنگیں کند ہر صنم راہ را　　بود ہمسرِ باغ ہم راہ را
بوصفِ چنیں راہ طبعِ نظیر　　چہ گوید جز ایں نکتۂ دل پزیر
زہے برا کہ لطفِ تاباں می رسد　　بہار چمن کو باآں سے رسد

نمبر ۱۱ صفتِ میلہ

عیاں صد خیلِ خوش حالی بہر جا — نشاط و عیش و خوش وقتی مُہیّا

بہارِ خوش دلی ہر سو نمایاں — ہجوم عشرت و فرحت فراواں

نمبر ۱۲ صفتِ روضۂ تاج گنج

فضایش پر بہار و نزہت افزا — بہر جا نرگس و نسریں مُہیّا

چنیں خوبی کہ از ہر سو عیان است — ہمہ از دولتِ شاہِ جہان است

نمبر ۱۳ صفتِ چراغ

جمالِ ہر چراغ آں طور رخشاں — گزاں خجلت بر دلعلِ بدخشاں

ز عکسِ لمعہا پیشِ تامّل — خمِ ہر موج مثلِ شاخِ پُر گل

نمبر ۱۴ صفتِ دسہرہ

عیاں ہر جا بہارِ جامہ زیباں — نمایاں ناز و حسنِ دل فریباں

صفِ اہلِ تماشا زینت افزا — ہمہ اسباب خوش وقتی مہیّا

بروے نیلکنٹھ از یُمن بہرہ — زہے فرحت فزا روزِ دسہرہ

نمبر ۵ ۱صفتِ راس

چُناں خوش حال گردیدم کہ در دل — نشاط و عیش و عشرت کرد منزل

براے دیدنِ راسِ کنّل نین — بیایم بعد ازیں بالراس والعین (سکندل؟)

نمبر ۱۶ صفتِ شبِ مہتاب

چہ گویم وصف آں لیلِ منوّر — نگہ در بحرِ نور آمد شناور

ضیاے ماہ و حُسنِ خود پسنداں — بدلہا فرحت و عشرت دو چنداں

نمبر ۱۷ صفت گل بازی

بحسنِ دستِ این خوبانِ گل باز — ز رنج دم بہ دم گل مے کند ناز

دلم بہرِ تمس وستِ دو گُل رو	بہ گُل ہمراہ سے گردد بہر سُو
بوقتِ از مژہ بر داشتنہا	چہ خواہد کرد گل را زود تنہا

نمبر ۱۸ صفتِ بازیِ شطرنج

دو گل ہستند در منصوبہ سازی	عجب ہر مُہرہ دارد سرفرازی
بساط از طرح صد عشرت یگانہ	رخِ فرحت عیاں در خانہ خانہ

نمبر ۱۹ صفتِ دوالی

ز شیرینیِ دُکانہا زینت ارقام	عیاں سیم و دگر با پستہ بادام
فراواں خوش و لے در ہر قیاسے	نمایاں جابجا کھیلیں بتاسے
کسے خُرما طلب از لُطف یابی	کسے مسرورِ برفی و گلابی
کسے دیداز تلنگنی دل فریبی	کسے خوش حال از لُطفِ جلیبی
کسے مشغولِ لڈو و سیو شھری	کسے گجرے بکف، بردوش ہٹھری
کسے را اسپ خواہش ور تگ و تاز	کہ گیرد اسپ خوش رنگ و پُراز ساز
کسے را دل دریں امیدواری	کہ گیر و فیل با زرّیں عماری
کسے تکرار در گُھر بہل خوشتر	کسے را بجشِ طوطی بہرِ دیگر
کسے بہرِ خیالِ طبعِ عالی	گرفت از شوق فانوسِ خیالی
بریں اشیاے بازی طرفہ و بہ	خرید ازاں فراہم از کہ و مہ

نمبر ۲۰ صفتِ راکھی

نمایاں عالمے با زینت و شاں	ز راکھی زیب ہر ساعد فراواں
ازاں راکھی کہ در دستِ بُتاں است	بہارِ طرفہ بہر عاشقاں است

نمبر ۲۱ صفتِ نسبت

از جوشِ بہارِ زرفشانی	دل ہا بہزار شادمانی

وز کثرت خلعتِ طلائی ۔ سامانِ ہزار دل کشائی

نمبر ۲۲ صحبتِ محبوباں

خوشا صحبتِ نازنینانِ حُسن
خوشا اُلفتِ مہ جبینانِ حُسن
کسے را کہ بخشش بہ فرخندگی است
باین دل فریبان سرِ بندگی است
وسے را کہ اختر بلندی گراست
باین سرو بالا بُتاں آشنا است
رُخِ شاں کہ چوں مہ بہ تابندگی است
نگاہے براں حاصلِ زندگی است
زہے طالعِ چشمِ من اے نظیر
کہ سے گرد از حسنِ شاں ستنیر

نمبر ۲۳ بیانِ سراپاے معشوق فرضی پیشِ معشوقے دیگر

چہ گویم خوبےِ او اسے پری رو
نگاہش دل ستان و چشم جادو
رُخ او چوں مہ و ابرو چو شمشیر
صفِ مژگاں سناں کش غمزہ چوں تیر
ز لعلِ او شکر در کامِ دلہا
بدامِ زلفِ او آرامِ دلہا
قدش نورستہ سرو باغِ خوبی
خرامِ او تدروِ باغ خوبی
ز سرتا پا عیاں شد طرزِ نیکو
ندارد زیں سراپا فرقِ یک مو

رُباعیاں

صنعت تضمین مین

نمبر ۱
یک بار بآں سمن بر غنچہ دہن
بیمار کہ کرد نرگس شہلا را؟"
گفتم بہ نیاز و عجز "کاے رشک چمن
چشمش بزبان مژہ فرمود کہ "من"

نمبر ۲
آں شوخ پری زاد چو آمد بسخن
در دشت غزال را کہ آوارہ نمود؟"
گفتم کہ "فداے زلفِ تو مشکِ ختن
چشمش بزبان مژہ فرمود کہ "من"

نمبر ۳
در بزم مے آمد آں بتِ نسریں تن
گفتم کہ "دل مرا سیہ مست کہ کرد؟"
در جام ز چہرہ گشت پرتو افگن
چشمش بزبان مژہ فرمود کہ "من"

نمبر۴
آمد برمن چو آن نگارِ پُرفن — جادو بہ نظر، بکاکل افگندہ شکن
گفتم لفسوں "نظیر را محو کہ کرد؟" — چشمش بزبان مژہ فرمود کہ "من"

دیگر

نمبر۵
در بزم چو آمد آن نگارِ رنگیں — بنشست بصد غرور و ناز و تمکیں
گفتم کہ "دمے نگرِ تو گردم ای شوخ" — فرمود "چہ خوش، تو لائقِ گفتن این"

نمبر۶
آراست چو حسنِ خویش آن لعبت چیں — آن دم بزبان نرم و صد عجز قریں
گفتم کہ "سرِ زلف ترا دست کنم" — فرمود "چہ خوش تو لائقِ گفتن این"

نمبر۷
آمد شب مہ چو آن مہ زہرہ جبیں — باعشرت وانبساط و زیب و تزئیں
گفتم کہ "بیا تو در بر من یک دم" — فرمود "چہ خوش تو لائقِ گفتن این"

نمبر۸
مالید مسی چو آن بتِ عشوہ گزیں — بنمود زبان دہانِ خود را رنگیں
گفتم کہ "یکے بوسہ بگیرم زلبت" — فرمود "چہ خوش، تو لائقِ گفتن این"

دیگر مُسلسل

نمبر۹
دل بُرد زمن چو نازنینے زیبا — پُر حیلہ، و پُر فریب، و پُر ناز و ادا
گفتم کہ "دلم دہ" بہ تبسم فرمود: "البتہ، مگر تو بعد یک لحظہ بیا"

نمبر۱۰
چوں روزِ دگر بآن بتِ عشوہ نما — گفتم "کہ نشد وعدۂ دی روز وفا"
بشنید و بخندید و بفرمود: "امروز — البتہ، مگر تو بعد یک لحظہ بیا"

نمبر۱۱
چوں بعدِ دو پاس پیش آن مہر لقا — حاضر شدم و بگفتم "ای حیلہ گرا
حالا چہ بخاطر است؟" گفتا: "بدہم — البتہ، مگر تو بعد یک لحظہ بیا"

نمبر۱۲
چوں بعد ز پاس زود مانندِ صبا — خوش رفتم و گفتمش کہ "ای مہر فزا
اکنوں چہ قرار؟" گفت: "نہ خواہی یافت — البتہ، مگر تو بعد یک لحظہ بیا"

نمبر۱۳
چوں بعدِ ز ساعتے برفتم آنجا — گفتم کہ "چنیں دیر مفرما" گفتا:

"اندیشہ مکن کہ دل بدستت آید		البتہ، گر تو بعد یک لحظہ بیا"
ہم بعدِ ز لحظہ رفتم و با غوغا	نمبر۱۴	گفتم کہ "چنیں لیت و لعل تا بکجا"
فرمود کہ "پیش ازیں تعلق نہ شود		البتہ، مگر تو بعد یک لحظہ بیا"
ناچار ز روے عجز گفتم اورا:	نمبر۱۵	"اک لحظہ بفر ماکہ چہ باشد؟" گفتا:
"چنداں طلبی، نظیر، خواہم بہ تو گفت		البتہ مگر تو بعد یک لحظہ بیا"

خط بہ پیرایۂ رباعی

ای مشفقِ دوستان اخلاص گزیں	نمبر۱۶	یادآورِ یارانِ صداقت آئیں
خوش وقت نمودی تو دلم را بسیار		پیوستہ دل تو باد با عیش قریں
از شوق ملاقات تو ای لطف نشاں	نمبر۱۷	ایں است مگر بیان یک شمۂ آں
بسیاری یادِ تست ہر لحظہ بدل		تذکارِ تلطفِ تو ہر دم بزباں
ایں نامۂ رنگیں لطافت آمود	نمبر۱۸	رنگیں سے چمنے نمود از لطفِ ورود
رنگینیٔ نقشِ چیں میانِ ہر چیں		معلوم چنیں شد کہ چنیں خواہد بود
در یافتنِ سرورِ سامی خاطر	نمبر۱۹	در محفلِ دل کرد ز ہر سو حاصر
تنشیط و سرور و عشرت و فرحت را		چنداں کہ زبانِ خامہ از وے قاصر
از لطفِ رباعی کہ آمد برقم	نمبر۲۰	بر صفحۂ دل نمود از عیش رقم
ہر مصرعۂ او بخاطرم کرد دو چار		عیش و طرب و نشاط و عشرت پیہم
چنداں صفتِ حسنِ صباحت ورزید	نمبر۲۱	انوارِ معانیش بجاے برسید
کز جوشِ تجلیات ہر مصرعۂ آں		چوں مطلع مہر و خانہ سہ گردید
از خوبیٔ طبعِ تست حسنِ اشعار	نمبر۲۲	وز ہر سخن تو زینتِ نظم ای یار
گشت از تو دلم شاد ترا ہم باشد		صد عیش و نشاط و خوش دلی، بلکہ ہزار
آیندہ بلطف آں بخوبی ہمزاد	نمبر۲۳	امید ہمیں کہ بہر شایانِ وداد

از مہر بنامہ و چنیں تحفہ نظیر	ہم زود بیاد آید و ہم گردد شاد

نمبر ۲۴ رباعی مستزاد

ظاہر ز سراپاے تو با صد تزئین اے باغ جمال	ریحان و گل و نرگس و سرو و نسرین رنگین تمثال
اسرار چمن در چمن از فہم تو یارہ بکشاید دیرہ	یک لحظہ دریں باغ بیا و بنشیں و اکن فی الحال

نمبر ۲۵ رباعی سادہ

صد مہر تفقدؐ از پے دل بُردن	کردی ، چو ربودی نکنی لطف بمن
تا آمدن صید فریبِ صیاد	باشد پس ازاں چہ کار با حیلہ و فن

نمبر ۲۶ دیگر

میلِ دلِ من بسوے تو مے باشد	مہرِ تو بمن ز حسن خومے باشد
لطفے کہ محبت دو جانب دارد	در اہلِ وفا بسے نکومے باشد

نمبر ا بحر طویل

پہلا مصرعہ

ایک دن باغ میں جاکر ، چشمِ حیرت زدہ واکر ، جامۂ صبر قبا کر ، طائرِ ہوش اُڑا کر ، شوق کو راہ نما کر ، مرغِ نظارہ اُڑا کر ، دیکھی رنگت جو چمن کی ، خوبی نسرین و سمن کی ، شکل غنچوں کے دہن کی ، تازگی لالہ کے تن کی ، تازگی گل کے بدن کی ، کشت سبزے کی ہری تھی ، نہر بھی لہر بھری تھی ، ہر خیاباں میں تری تھی ، ڈالی ہر گل کی ہری تھی ، خوش نسیم سحری تھی ، سبز و شمشاد و صنوبر ، سنبل و سوسن و عرعر ، نخل میوے سے رہے بھر ، نفسِ باد معنبر ، در و دیوار معطر ، کہیں قمری تھی مطوق ، کہیں انگور معلق ، نالے بلبل کے مدق ، کہیں غوغائی کی بق بق ، اس قدر شاد ہوا دل ، مثل غنچے کے گیا کھل ، غم ہوا کشتہ و بسمل ، شادی خاطر سے گئی مل ، خرمی ہوگئی حاصل ، روح بالیدہ ہوآئی ، شان قدرت دی دکھائی ، جان سی جان میں آئی ، باغ کیا تھا گویا اللہ نے اس باغ میں جنت کو اُتارا +

تازگی ن
پری ن

دوسرا مصراع

ناگہاں صحنِ چمن میں، مجمع سرو و سمن میں، جیسے ہو روح بدن میں، جیسے ہو شمع لگن میں، جیسے خورشید کرن میں، ماہ پروین و پرن میں؛ دیکھا اک دلبرِ رعنا، طرح دار جفا کار، دل آزار نمودار؛ نگہ ہمسرِ شمشیر، مژہ ترکش پر تیر، سرِ زلفِ گرہ گیر، دل خلق کی زنجیر، جبیں نور کی تصویر، وہ رخ شمس کی تنویر، زباں شہد بیاں شیر، نظر روح کی اکسیر؛ دہن غنچہ خاموش، سمن برگ بر و دوش، سخن بحرِ گہر جوش، بدن سروِ قبا پوش، چھڑی گل کی ہم آغوش، وفا رحم فراموش، ہر اک آن ستم کوش؛ عجب حسن دل آرا، نہ کبھی مہر نے دیکھا، نہ کبھی ماہ نے دیکھا، نہ کسی فہم میں آیا، نہ تصوّر میں سمایا؛ وہ نظر مجھ کو جو آیا، مجھے حسن اپنا دکھایا، دل نے اک جوش اٹھایا، جی نے سب ہوش اڑایا، سر کو پاؤں پہ جھکایا، اشک آنکھوں سے بہایا، اس نے جب یوں مجھے پایا، یہ سخن ہنس کے سنایا؛ کہ "تو ہی عاشق شیدا، لیکن عاشق نہیں پیدا، ہو وے تجھ پر یہ ہویدا؛ کہ اگر ہم کو تو چاہے یا محبت کو نباہے، نہ کبھی غم سے کراہے، نہ کسی غیر کو چاہے؛ نہ کبھی گل کی طرف دیکھ، نہ سنبل کی طرف دیکھ، نہ بلبل کی طرف دیکھ؛ نہ بستاں پہ نظر کر، نہ گلستاں میں گزر کر؛ چھوڑ دے سب کی مودّت، ہم سے رکھ دل کی محبت؛ اس میں ہم بھی تجھے چاہیں، تجھ سے الفت کو نباہیں، ہیں یہی چاہ کی راہیں؛ گر یہ مقدور تجھے ہو، اور یہ منظور تجھے ہو، تو نظیرؔ آج سے تو چاہنے والا ہی ہمارا"۔

نمبر ۲

پہلا مصراع

راحت افزائے محبّاں، مصدرِ لطفِ نمایاں، مظہرِ خوبیِ شایاں، مجمعِ مہر نمایاں؛ رونقِ محفلِ الفت، زینت بزمِ مودّت، باعثِ راحت و بہجت، سبب فرحت و عشرت، شاد باشی و سلامت؛ شوق دیدار نہ چنداں، کہ بہ کلک آید تبیاں؛ لاجرم بہتر و انسب، کہ پذیرد رہِ مطلب؛ نامۂ عیش فزایت، بہ تفقد و عنایت، لطف اضداد نمودہ،

فرحت تازہ فزودہ، حُسنِ الفاظ نگارو کہ مضامین و معانی، بعبارت نظر آرد کہ باندازِ عیانی، با
ایں تلطّف کہ نمودی، بااین ہمہ زودی، منتے بر دلم آمد، خامہ گرتیز خرامد، نتواند کہ نگارد، توصیف
آں مہر لقارا ✣

دوسرا مصراع

آں کہ از فرطِ عطوفت، بصد افزونی شفقت، طلب پُر والفت، شدہ باکثرتِ سُرعت،
زہے فرخندہ بشارت، خہے زیبندہ اشارت، طرب و فرحت آں را، کہ بدل ساختہ مارا،
اگر اظہار نماید، بزباں عجز فزاید، وگر از خامہ نگارد، بنوشتن نگراید، عزم ایں مخلص دیریں، ہمیں
ای دل بر رنگیں، کہ بتاخیر نسازد، و توقف نظر ازد، پے تحصیل تمنّا، برسد زود در آنجا،
از عنایاتِ الٰہی، ہست امیّد کہ جلدی، بیند از فرحت و خوبی، رخِ خورشید ضیا را ✣

نمبر ۳

پہلا مصراع

صبح دم بادلِ خُرّم، توسنِ عزم جہاندم، سرکوے برساندم، دیدم القصّہ ہماں دم، دل برے،
طُرفہ ترے، حُسن ورے، فتنہ گرے، لب شکرے، پرفنِ عیّار، دل آرام دل آزار، جفا
کیش طرح دار، پری شکل فسوں کار، بہ تن جامۂ رخشاں، ہمچو خورشید درخشاں، تازہ تر چوں
گُلِ خنداں، سرمہ در چشم نمایاں، زینتِ لب مسی و پاں، بہ تبسّم شکر افشاں، بہ نگہ سحرِ دل و جاں،
ہمہ مکر و ہمہ دستاں، زلف بر چہرہ کشادہ، بہرِ جاں دام نہادہ، شکلِ صیّاد ستادہ، بردہ دل باز ندادہ،
بنمایش ہمہ سادہ، ولے پُرکار زیادہ، صنمے، مہر وشے، غنچہ لبے، گُل بدنے، سرو قدے،
نازکنے، عشوہ دہے، شوخ دل آرا ✣

دوسرا مصراع

دلم از عقل برآمد، حیرتے در نظر آمد، عشق خود جلوہ گر آمد، آمد و خوب تر آمد، شدہ حالے بعجبے،
گہ طربے، گہ تپشے، گہ خلشے، گہ نظرے، گہ حذرے، ہیچ نہ در یاد، بدل شوق در ایزاد، بجاں

شورشِ بیداد، چہ گویم کہ چہ افتاد، شدم محو تماشا، دیدچوں آں بتِ زیبا کہ شُد ایں والہ و شیدا،
زود آور دِ طیبا، خندہ قند و نمک زا، کرد صد ناز ہویدا، گفت "ای ہوش نہ بر جا، تو چرا آمدی
ایں جا، سر خود گیر نہ بودی، باش آں طور کہ بودی"، گفتمش "دل تو ربودی، عاشق خویش
نمودی، بر من شیفتہ والہ دیوانہ، دل دادہ، دل بستہ" افتادہ، خود لطف ضرور است نگارا

ادب تا جیست از لطف الٰہی

بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

دبستان نظیر

نصف اول

یعنے

کلّیات نظیر کا دوسرا حصّہ

جس مین نظیر کے مخمس - مسدس - مثمن - معشر - ترجیع بند - ترکیب بند - تضمینین
اور کل دوسری مشہور، دل چسپ، اور مفید نظمین بہ ترتیب معقول مدوّن ہین

بہ تصحیح و تحشیِ مولوی سید محمد عبد الغفور شہباز
پروفیسر سائنس اورنگ آباد کالج

بار اول
مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین چھپا
سنہ ۱۹۰۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دبستانِ نظیر

یہ تو مشہور ہی کہ نظیر مُلّا تھے اور مکتب پڑھایا کرتے تھے، لیکن نہ وہ معمولی درجے کے مُلّا تھے، نہ اُن کا مکتب معمولی درجے کا مکتب۔ نظیر گو دیکھنے میں بہت مُنکسر اور مُتواضع تھے، اور خاکساری سے سوا زمین کے آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھتے تھے، لیکن اُن کے خیالات ہمیشہ عرش ہی پر رہتے تھے

سرِ خدمت بر آستاں دارد
پایۂ رفعت بر آسماں دارد

ہر چند اُن کے مکتب میں یہی معمولی لڑکے ہوتے تھے مگر اپنی بلند خیالی سے اُن کو دن رات عالمِ قدس ہی کے تلانذہ دست بستہ نظر آتے تھے۔

مُرغانِ اولی اجنحہ مانندِ کبوتر
کرتے ہیں سدا عجز سے غوں غوں مرے آگے

نظیر حقیقت میں اپنے وقت کے رفارمر تھے اور سیّدِ مغربی سے کہیں بڑھ کر۔ گو اُنھوں نے صدر الصدوری نہیں کی مگر ابتدا سے انتہا تک وقفِ تعلیم اور محوِ اصلاح ضرور رہے۔ گو علی گڑھ کالج کی طرح اُنھوں نے بظاہر

کوئی قومی مدرسہ قائم نہیں کیا مگر معنی اُن کا ایک دبستان اور رفیع الشان دبستان ضرور تھا، اور ہنوز ہے۔ علی گڑھ کالج ممکن ہے کہ زمانے کے انقلاب سے کبھی معدوم ہو جائے، مگر دبستانِ نظیر جب تک زبانِ اُردو باقی ہے دنیا سے معدوم نہیں ہو سکتا۔ یہ وہ کالج ہے جس کا بُنیادی پتھر نظیر کے حکیمانہ دل نے رکھا جس کا مصالح نظیر کے شاعرانہ دست و بازو نے فراہم کیا۔ جس کی تعمیر شُہرتِ عام نے کی۔ اور جس کی مرمت مقبولیتِ دوام کے ذریعے سے برابر قیامت تک ہوتی رہے گی۔ یہ وہ کالج ہے جس کی کلاسیں دن رات کھُلی ہیں۔ جس کے پروفیسر ہر وقت اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہیں۔ جہاں لکچروں کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوتا۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ جہاں طالب علم ہر مذہب و ملت کے بلا فرق تعلیم پاتے ہیں۔

ہر چہ در جُملہ جہان است دریں جا حاضر
صوفی، و ارمنی، و گبر، و مسلمان و یہود

مُبارک ہیں وہ جو اس کالج کا کورس پورا کر کے اخلاقی یونیورسٹی کا سب سے اعلیٰ اور بکار آمد پاس حاصل کرتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: -

ادب تاجیست از لطفِ الٰہی
بنہ بر سر، برو ہر جا کہ خواہی

اورنگ آباد - دکن -
جنوری ۱۹۰۸ء

دیباچہ طراز
محمد عبد الغفور شہباز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آغازِ کتاب

پہلا باب ۔ مذہب

پہلی فصل ۔ حمد

نظم نمبر ۱

حمدِ باری

(۱)
خدا کی ذات ہی وہ ذو الجلال والاکرام
کہ جس سے ہوتے ہیں پروردہ سب خواص و عوام
اُسی نے ارض و سمٰوات کو دیا ہی نظام
اُسی کی ذات کو ہی دائما ثبات و قیام
قدیر و حیّ و کریم و مُہیمن و منعام

(۲)
فلک پہ تاروں کی کیا کیا مرصع کاری کی
پھر اُن میں زیب فزا کہکشاں نگاری کی
ضیا و نور کی کیا کیا تجلی باری کی
بروج بارہ میں لاکر رکھی وہ بارگی
کہ جسکو پہنچے نہ فکرت نہ دانش و اوہام

(۳)
بنائی کرسی و عرش اور لامکاں دراں
پھر اور سدرۂ و رفرف سے درج نار و جناں
طہور و حور و قصور و ملائک و رضواں
ادھر فرشتہ کروبی اور اُدھر غلماں
قلم کو لوح پہ بخشی ہے طاقت ارقام

(۴)
ثوابت اُسنے بنائے ہیں اسقدر سیار
کہ روزِ حشر تلک ہو سکے نہ جنکا شمار
مگر یہ نام ہیں اُنکے جو سات ہیں سیار
یہ دو ہیں شمس و قمر اور ساتھ اُنکے یار
عطارد و زحل و زہرہ مشتری و بہرام

(۵)
ہوا ہی حکم ازل سے جو اُنکو پھرنے کا
قوی کسی کا کہاں حکم ہو سکے ایسا
کریں گے دَور یہ ہمراہ آسماں کے سدا
جو چاہیں ایک پلک ٹھہریں یہ، سو طاقت کیا
پھرا کریں گے یہ آغاز سے لے تا انجام

(۶)
جو کچھ ہی اُسنے بنایا یہ کُل نہان و عیاں
ہیں ایسے ایسے مکاں اور اُسکے بے پایاں
اُسی کی صنعت و قدرت کے ہیں یہ سب شایاں
بشر جو چاہے سو سمجھے اُنھیں، سو کیا امکاں
ہی یاں فرشتوں کی عاجز عقول اور افہام

(۷)
زمیں کو دیکھو تو کُل آب پر دیا ہی قرار
کیا پھر اور نباتات کے تئیں اظہار
پھر اُسمیں اور بنائے ہیں کوہ و بر و بحار
نکالے اُن سے گُل و میوہ، شاخ و برگ و بار
سب اُسکے لطف و کرم کے ہیں عام یہ انعام

(۸)
اُسی کے حکم سے ہم اِس جہاں میں آئے ہیں
اُسی کے لُطف سے پھولے نہیں سماتے ہیں
زبان و عقل و خرد، چشم و گوش پاتے ہیں
اُسی کے باغ سے دل شاد ہو کے کھاتے ہیں
چھوہارے، کشمش و انجیر و پستہ و بادام

(۹)
ہی وہی خالق و رازق، وہی رؤف و غفور
اُسی کے حکم سے خلقت کا یاں ہوا ظہور
اُسی کی مہر سے پلتے ہیں اِنس و وحش و طیور
چمک رہا ہی اُسی کی یہ قدرتوں کا نور
بہر زمان و بہر ساعت و بہر ہنگام

(۱۰)
اُسی نے حکم کیا ہی ہمیں عبادت کا
جو غور کی تو ہمارا بھی ہی اسی میں بھلا
اُسی نے طاعت و تقویٰ کا حکم ہمکو دیا
کہ اُسکا شکر کریں شب سے تا بروز ادا
اطاعت اُسکی بجا لاویں صبح سے تا شام

(۱۱)
جو اُس میں لطف و عنایت ہی کب کسی میں ہو
عبادت اُسکی ہی بہتر جو ہووے دل کی خو
ہر اک طرف ہی اُسی کے کُلِ کرم کی بو
نظیر نکتہ سمجھ مہر و فضل خالق کو
اُسی کے فضل سے دونوں جہاں میں ہی آرام

نظم نمبر ۲

حمدِ الٰہی (بہ پیرایۂ مناجات)

نمبر	مصرع	مصرع
(۱)	الٰہی تو فیّاض ہے اور کریم	الٰہی تو غفّار ہے اور رحیم
	مقدّس، معلّےٰ، منزّہ، عظیم	نہ تیرا شریک اور نہ تیرا سہیم
	تری ذاتِ والا ہے یکتا قدیم	
(۲)	ترے حسنِ قدرت نے یا کردگار	کیے ہیں جہاں میں وہ نقش و نگار
	پہنچتی نہیں عقل اُنھیں ذرّہ وار	تحیّر میں ہیں دیکھ کر بار بار
	ہیں جتنے جہاں میں ذہین و فہیم	
(۳)	زمیں پر سمٰوات گرداں کیے	نجوم اُن میں کیا کیا درخشاں کیے
	نباتات بے حد نمایاں کیے	عیاں بحر سے دُرّ و مرجاں کیے
	حجر سے جواہر بھی، اور زر و سیم	
(۴)	شگفتہ کیے گل، بہ فصلِ بہار	عنادل بھی اور قمری و کبک و سار
	بر و برگ و نخل و شجر، شاخسار	طراوت سے، خوشبو سے ہنگام کار
	رواں کی صبا ہر طرف، اور نسیم	
(۵)	بیاں کب ہو خلقت کی انواع کا	جو کچھ حصر ہووے تو جاوے کہا
	خصوصًا بنی آدمِ خوش لقا	شرف اُن سبھوں میں انھیں کو دیا
	بہ اسلام و ایمان و دینِ قدیم	
(۶)	عطا کی اِنھیں دولتِ معرفت	عبادت، اطاعت، نکو منزلت
	حیا، حُسن، الفت، ادب، مصلحت	تمیزِ سخن، خلقِ خوش، مکرمت
	فراواں دیے اور ناز و نعیم	
(۷)	ترا شکر احسان ہو کس سے ادا	ہمیں مہر سے تو نے پیدا کیا